سلطان الہند

غریب نواز

مرتبہ

محمد اجمل خاں

سوانح

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز

از

خاکپائے درویشاں الحاج محمد اجمل خاں - ایم - اے

جسے

ادارۂ نوامیس الٰہیہ - دائرہ بہادر گنج، الہ آباد نے شائع کیا

بار اول دو ہزار　　سنہ ۱۹۳۵ء　　قیمت فی جلد ۱۲ار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

موجودہ دورِ انکار و الحاد میں جب قلبِ انسانی کو مادہ کی پرستش نے مایوس کر دیا تو وہ پھر اُس ازلی سرچشمہ کی طرف رجوع ہوا جسے روحانیت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اطمینانِ قلب اور فراغتِ کاملہ کے متلاشی مادیت کی سیمیائی فریب آفرینی سے مجبور ہو کر اب پھر اُن چوکھٹوں پر جبیں سائی کرنا چاہتے ہیں جنھیں رومی و حافظ۔ خیام و عطار نے میخانۂ عشق سے موسوم کیا ہے۔ ہاں اِسی شراب نے پہلے بھی دل والوں کو غمِ امروز و فردا سے مستغنی کر دیا تھا اور اب بھی مایوسوں اور ناکاموں کیلئے صلائے عام ہے کہ ؎

میخور کہ ز تو قلت و کثرت ببرد   و اندیشۂ ہفتاد و دو ملت ببرد
پرہیز مکن ز کیمیائے کہ از و   یک جرعہ مے ہزار علت ببرد

روحانیت ایک وجدانی چیز ہے۔ یہ انسانی روح کا ایسا تجربہ ہے جو وہ خود معلوم کر سکتا ہے۔ لیکن دوسروں پر الفاظ کے ذریعہ وہ کیفیت نہیں پیدا کر سکتا۔ کیا کسی اندھے کو روشنی کی کیفیات کی تعلیم دیجا سکتی ہے۔ کیا کوئی بچہ محسوساتِ شباب سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ ممکن ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ دل کے اندھے اور دماغ کے کورے انسان بھی روحانیت سے لذت اندوز ہو سکیں۔ لہٰذا دل کا جام لاؤ اور خلوص و صداقت سے اُسے غسل دیکر محبت کی شراب کسی میخانہ سے حاصل کرو۔ اسوقت تمھیں معلوم ہو گا کہ قمار خانۂ عشق میں دل و دین کی بازی لگانے

کے بعد کیا ملتا ہے۔ یہاں ہار بھی جیت ہے۔ اور جیت تو جیت ہئی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری کی بارگاہ سے بقدر ذوق ہر ایک کو حصہ ملتا ہے۔ کوئی اُنکے وسیلے سے دنیا اور دنیا کی لذتیں مانگتا ہے۔ دولت مانگتا ہے۔ اولاد طلب کرتا ہے۔ کوئی جاہ و حشمت۔ صحت و طاقت کا فقیر نظر آتا ہے۔ لیکن اسی گروہ میں ایسا گدا بھی موجود ہے جو نہ دنیا کا طالب ہے نہ جنت کا شیدائی۔ وہ تو شراب محبت میں اتنا مخمور ہے کہ اُسے یہ بھی یاد نہیں کہ کیا مانگتا ہے یا کیا مانگنے والا ہے۔ شاید کسی وقت اُس نے کہا تھا کہ میں خدا کو خدا سے مانگتا ہوں مگر کوئی کیا جانے یہ تو مدہوشی کی باتیں ہیں۔

خواجہ صاحب آپ ہی فرمائیں کہ ہم کیا مانگیں؟

حضرت خواجہ کی موجودہ سیرت میں وہ قصے بھی درج ہیں جو زبان زد عوام ہیں۔ اور وہ اُصول بھی ہیں جنکی تعلیم ہر زمانہ کے مشائخ کرام نے وصول الی اللہ کے لئے ضروری سمجھی مؤلف کو اُمید ہے کہ اہل ذوق اس ناچیز کوشش پر نگاہ کرم ڈال کر مؤلف کو دعائے خیر سے یاد فرمائینگے۔ اور اُن نوجوانوں کے لئے ہدایت کی دعا فرمائیں گے جو عہد حاضر کی مسموم و مادی فضا میں سائنس لے کر نیم جان ہو رہے ہیں۔

جمادی الاول ۱۳۵۴ھ

محمد اجمل خاں

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہزاراں ہزار حمد اُس واجب الوجود کے لئے سزاوار ہے جس نے اپنے دریائے وحدت سے گوناگوں موجہائے کثرت کا جلوہ دکھایا۔ اور اپنے اولیا و اصفیا کو بواطن ملکوت و سرائر جبروت کا محرم بنایا فَاللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِھِمۡ مُّحِیۡطٌ اور صلوات بے نہایات و تحیات بے غایات اس خاتم الرسل کے لئے زیبا ہے جس نے اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ کا مژدۂ جانفزا سنایا وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اسلام اور ہندوستان

اسلام

رہرواں چوں گہر آبلۂ پا بینند — پائے را پایہ فراتر ز ثریا بینند
ہرچہ گویند عجم از خسرو و شیریں شنوند — ہرچہ آرد عرب از وامق و عذرا بینند
قشقہ را رونق ہنگامۂ ہندو خوانند — بادہ را شمع طرب خانۂ ترسا بینند
دل نہ بندند بہ نیرنگ درِیں دیر دو رنگ — ہرچہ بینند بعنواں تماشا بینند
جام جم بینند و ز رندی نہ گرایند بہ زہد — سبحۂ انجم اگر در ید بیضا بینند

لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ اسلام بھی دوسرے مذہبوں کی طرح ایک

مذہب ہے حتیٰ کہ بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی یہی سمجھتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام اصطلاحی معنوں میں مذہب نہیں ہے یہ تو فطرت انسانی کا دوسرا نام ہے۔ اگر کسی بچے کو اسطرح پالا جائے کہ وہ کسی مذہب کے عقائد کو نہ جانے تو وہ قدرتی طور پر مسلمان ہوگا۔ یعنی اُس میں وہ تمام صفات ہونگی جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ وہ سچ بولے گا وہ محنت سے روزی کمائیگا وہ اپنی قوم کے ساتھ ہوکر ہر ایک اچھا کام کرے گا۔ وہ قدرتاً کمزوروں کی مدد کرے گا۔ بھوکوں کو کھانا کھلائے گا۔ خود بھی آزاد ہوگا اور دوسروں کو بھی مساوات اور محبت کرنا سکھائے گا۔ وہ خدا کی مخلوق سے مذہب کے نام پر نفرت نہ کریگا۔ بلکہ غلط راستہ پر چلنے والوں کی ہدایت کریگا۔ وہ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیگا اور اگر ذرا بھی عقل ہوگی تو ہرگز سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہ کریگا۔ نہ انسان کی پرستش کریگا نہ حیوان کی۔ نہ درخت کی پوجا کرے گا نہ دریا کی۔ اسکو تو طبعی طور پر ان باتوں سے نفرت ہوگی اور انھیں اپنی شان انسانیت کے خلاف سمجھے گا۔

وہ یقیناً نہ نماز پڑھنا جانے گا نہ روزہ رکھنا۔ نہ حج کو جائیگا نہ زکوٰۃ دیگا۔ نہ جہاد کرے گا۔ نہ آنحضرت پر ایمان لائیگا اُسے یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ رسول کسے کہتے ہیں یا مرنے کے بعد انسان پھر پیدا کیا جائیگا۔

لیکن اگر کوئی بتانے والا آسے یہ بتائے کہ جس خالق نے یہ تمام نظام عالم پیدا کیا ہے اُس کی تعریف کرنا اور اُس سے مدد مانگنے کا نام نماز ہے۔ تو وہ کبھی نماز سے نہ بھاگے گا۔

اگر اُسے یہ بتا دیا جائے کہ روزے کا مقصد جسم کو بیماریوں سے پاک کرنے کے علاوہ۔ روح کو بلند اور خیالات کو پاکیزہ کرنا ہے تو وہ خوشی سے اس ورزش روحانی کے لئے تیار ہو جائیگا۔ اور اگر وہ پوری پابندیوں کے ساتھ روزہ رکھے گا تو بہت جلد اس بات کو مان لیگا کہ روزے سے انسان کے خیالات میں مضبوطی اور یکسوئی۔ طبیعت میں بردباری اور محنت کی عادت۔ ارادے میں پختگی اور نفس میں شجاعت۔ محبت۔ مروت اور سخاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یاد رکھئے کہ جن لوگوں میں تیس دن کے روزوں کے بعد یہ باتیں نہ پیدا ہوں وہ صرف رسمی روزہ رکھتے ہیں اسلام کا روزہ نہیں رکھتے۔

اسی طرح اگر اُسے ایسی مؤتمر یا کانفرنس میں ہر سال طلب کیا جائے جس میں نیک لوگ جمع ہو کر موجودہ حالت اور آیندہ ترقی کی صورتوں پر غور کریں تو وہ حج کی خوبیوں سے واقف ہو جائیگا۔ اُسے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ اگر وہ دنیا بھر کے بہترین آدمیوں سے ملنا چاہے تو وہ موقع حج ہی کے موقع پر حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اُسے روحانی اور مادی ترقی حاصل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

زکوٰۃ کے معمولی ٹیکس سے تو وہ کبھی انکار ہی نہیں کرسکتا۔ جب اُسے معلوم ہوگا کہ یہ روپیہ قومی تعلیم۔ قومی حفظان صحت۔ قومی یتیموں اور بیواؤں اور ایسے ہی کاموں کے لئے ہے تو یقیناً مقررہ رقم سے زیادہ دینے پر تیار ہو جائے گا۔ اور جہاد کے لئے تو جان و مال۔ اولاد کا قربان کرنا تو وہ لوگ بھی جانتے ہیں جنکا کوئی مذہب نہیں لیکن اسلام کا جہاد تو اتنا پیارا

جہاد ہے کہ اُس کے لئے تو سو جانیں بھی دینا آسان ہے۔ یہ نہ ملک بڑھانے کا آلہ ہے نہ دولت حاصل کرنے کا ذریعہ۔ یہ نہ تو دوسروں کو غلام بنانا سکھاتا ہے۔ نہ دوسروں کے ملکوں اور کھیتوں کو ویران کرنا۔ اسکا تو صرف ایک مطلب ہے کہ اپنی عزت کو عزت کے ساتھ قائم رکھو جو لوگ اپنی عزت کرنا نہیں جانتے اُنھیں عزت نفس کی تعلیم دینے کا نام جہاد ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ اس وقار انسانی کے قیام کا دوسرا نام ہے۔ شرک سے بچنے اور بچانے کیلئے گمراہی اور ذلت سے نکلنے کے لئے۔ غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے۔ دنیا کے دوسرے غلاموں کو جو ذہنی و سیاسی غلامی میں مبتلا ہوں انھیں آزاد کرنے کیلئے جہاد کا طریقہ بتایا گیا۔ اب بتائیے کہ دنیا میں کون ہے جو ایسے عزیز و رفیع مقصد کے لئے اپنی جان نہ دیگا۔ اور دوسروں کی محبت میں خود نہ مٹ جائے گا مختصر یہ کہ عدل قائم کرنے اور ظلم مٹانے کا نام جہاد ہے۔

توحید باری تعالیٰ کے متعلق تو پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ ایک فطری چیز ہے۔ لیکن رسالت بھی غیر فطری نہیں ہے۔ جو شخص کسی انسان کو اتنی عمدہ باتیں بتائیگا۔ اُسے وہ اپنا رہبر نہ سمجھے گا تو کیا کرے گا۔ اور آخر کار رسالت اور آخرت کے مفہوم کو سمجھ کر اصلی معنوں میں انسان ہو جائیگا اور اُسکا قلب انسان کی محبت سے معمور ہو جائیگا۔ ایسے ہی انسان کو عرف عام میں مسلمان کہتے ہیں۔ بقول غالب ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا — آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
یہ شہادتگہِ الفت میں قدم رکھنا ہے — لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

ہندوستان سے ابتدائی تعلقات

ظہور اسلام سے صدیوں پہلے عربوں کی تجارت نہ صرف ہندوستان سے تھی۔ بلکہ بحر ہند کے مختلف جزائر کے علاوہ جاپان و چین تک عربوں کے جہاز پہنچا کرتے تھے۔ اور مصر و یورپ میں بھی تجارتی جہاز جایا کرتے تھے۔ اور چونکہ ہندوستان میں مذہبی رواداری بہت زیادہ تھی۔ اسلئے جب ہندوستان میں مسلمانوں نے قدم رکھے تو یہاں اُن سے نفرت نہیں کی گئی۔ بلکہ اُن سے برادرانہ سلوک کیا گیا۔ ہندوؤں نے دیکھا کہ عربوں میں زندگی بسر کرنے کے جو قواعد ہیں اُن میں سوسائٹی کی بھلائی سب سے مقدم ہے۔ ان کا ہر کام جماعت کے ساتھ اور جماعت یا سماج کے بھلے کے لئے ہوتا ہے۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور جہاد کا منشاء دینی تو ہے ہی۔ لیکن دنیاوی بھی ہے۔ اور ہر کام جو قوم کے لئے فائدہ رساں ہے وہ باعث ثواب سمجھا جاتا ہے۔

لیکن ہندوؤں میں ایک مذہبی جماعت ایسی تھی جس نے دوسروں کو اپنا محکوم کر رکھا تھا۔ یہ جماعت برہمنوں کی تھی۔ مذہب کی آڑ میں اس جماعت نے ایسے قوانین بنائے تھے کہ چھتری۔ ویش اور شودر سب مل کر برہمنوں کی دنیاوی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ راجہ سے لے کر پرجا تک۔ زندگی سے موت تک۔ ہر شخص ایسے عقائد میں پھانسا گیا تھا کہ ہر طرح برہمن کا فائدہ ہوتا تھا۔ اس ذہنی غلامی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہندوؤں میں موروثی ذاتیں قائم ہوگئیں۔ اور عورت اور شودر کا درجہ اتنا پست ہوگیا کہ ان سے بہت بہتر حالت جانوروں کی ہے۔

جسطرح مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کے ممالک کو فتح کر لیا تھا۔ اسی طرح ہندوستان کی طرف بھی رخ کیا تھا۔ مگر سندھ کے ریگستانوں نے ہندوستان کی طرف زیادہ توجہ نہ ہونے دی اسکے علاوہ خود مرکز خلافت میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو کر خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی۔ بہرکیف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۶۳۷ء سے ۱۰۰۰ء تک (سوائے تسخیر سندھ کے) ہندوستان پر کوئی باقاعدہ حملہ نہیں ہوا۔ لیکن اس چار سو برس کے عرصہ میں اسلام برابر اس ملک کے ہر ہر حصے میں پھیلتا رہا۔ پہلی صدی ہجری یعنی ساتویں صدی مسیحی کے اخیر میں مسلمانوں نے ہندوستان کے مغربی گھاٹ اور سیلون کے بعض بعض مقامات پر اپنی تجارتی آبادیاں قائم کر لی تھیں۔ ہندو انکی عزت کرتے تھے اور انھیں ماپلاؔ (یعنی نوشہ یا فرزند کلاں) کا معزز لقب دیا گیا تھا۔ اور راجہ زمورن کے پہلو بہ پہلو مسلمانوں کے علماء (تھنگل) کو پالکی میں سوار ہو کر چلنے کی اجازت تھی۔ اور زمورن ان سے اتنا خوش تھا کہ اُس نے حکم دیدیا تھا کہ ماہی گیروں کے ہر ایک خاندان میں ایک شخص ضرور مسلمان ہو کر مسلمانوں کے جہازوں میں کام کیا کرے۔

صوفیائے کرام

جملہ ہندو اور نصرانی مورخ اس امر میں متفق ہیں کہ ہندوستان میں اسلام نہایت پرامن طریقہ پر پھیلایا گیا۔ اور جیسا کہ مشہور کیا گیا ہے کہ بزور شمشیر ہندؤوں کو مسلمان کیا گیا یہ غلط ہے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر کوئی شخص مجبوراً اپنا مذہب بدلے گا تو آخر دم تک اُس پر قائم نہیں رہ سکتا بلکہ

اندرونی طور پر ظالموں کی بیخ کنی کی فکر میں رہے گا۔
اسلام کے پھیلانے میں خود مسلمانوں کی پاکیزہ زندگی۔ انکی مساوات اور اُن کے اخلاق نے مدد دی۔ جہاں یہ جاتے تھے لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے اور اُن کا ہم مذہب سمجھا جانا فخر سمجھتے تھے۔ شروع شروع میں تو ہر شخص سپاہی بھی تھا اور صوفی بھی۔ تاجر بھی تھا اور مولوی بھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا۔ اور علم دین میں تفقہ شروع ہوا مسلمانوں میں بہت سے فرقے بن گئے اور علماء و مشائخ کی جماعت عام مسلمانوں سے ممتاز ہو گئی۔ لیکن صوفیائے کرام اور مشائخ عظام میں یہ خوبی تھی کہ باوجود علم دین پورے طور پر حاصل کرنے کے وہ اپنی زندگی بالکل سادہ رکھتے تھے اور عام مسلمانوں کی طرح اکل حلال سے روزی حاصل کرکے اسلام کا سچا نمونہ پیش کرتے تھے۔
یہی وجہ ہے کہ جنوبی ہندوستان میں مدورا اور ترچناپلی کے مسلمانوں سے پوچھئے تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمیں ناتھڑولی نے مسلمان کیا ہے حضرت ناتھڑولی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پرانوار ترچناپلی میں ہے۔ اس پر ۴۱۷ھ (یعنی ۱۰۳۹ء) کندہ ہے۔ آپ کے ایک خلیفہ حضرت بابا فخر الدین علیہ الرحمہ تھے۔ اور انھوں نے ڈوڑیکلوں کو مسلمان کیا تھا۔ تھرسٹن کا قول ہے کہ آپ کی وفات ۵۶۴ھ میں ہوئی ہے۔
مدورا میں حضور کچہری کے قریب حضرت علی یار شاہ کا مزار ہے آپ ۱۰۵۰ء میں یہاں آئے تھے۔ اور آپکے ذریعہ سے بہت کچھ اسلام کو ترقی ہوئی تھی۔

یہ حالت تو جنوبی ہندوستان کی تھی جہاں سمندر کی طرف سے آمد و رفت تھی۔ شمالی ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے اسلام پہنچ چکا تھا۔ اور مسلمانوں کی بستیاں ہر صوبہ میں پائی جاتی تھیں اور سب سے زیادہ تبلیغ اسلام کا خاموش کام مشائخ علیہم الرحمہ نے انجام دیا۔ حتیٰ کہ اب آپ ہر شہر اور ہر پرانے قصبہ میں شہدا اور صوفیہ کے مزارات پائینگے یہاں ہی بزرگوں کے زاویے اور تکیے تھے۔ جہاں بڑے بڑے جابر بادشاہوں کے سر جھک جاتے تھے۔ اور یہی آستانے ہیں۔ جہاں سے ابتک فیوض روحانی کا چشمہ جاری ہے۔

کہا جاتا ہے۔ اور ایسی تاریخوں میں کہا جاتا ہے جو اسکول کے بچوں کو پڑھائی جاتی ہیں۔ جو اُن کے ننھے سے دل و دماغ کو ہمیشہ کے لئے زہر آلود کر دیتی ہیں۔ کہ مسلمان ظالم تھے اور دنیا میں اُنھوں نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا گویا اسلام ایسی باتیں بتاتا ہے جو انسان کی عقل میں نہیں آسکتیں اور وہ بیچارہ جان کے خوف سے کہنے لگتا ہے کہ خدا تین نہیں ہیں بلکہ ایک ہے درخت۔ سانپ۔ دریا خدا نہیں ہیں۔ نہ چاند۔ سورج پرستش کے لائق ہیں۔ بلکہ ان کا سب کا پیدا کرنے والا ہی پرستش کے قابل ہوسکتا ہے۔ کتنا بیہودہ خیال ہے کہ مسلمان کو ظالم سمجھا جائے۔ ہاں ایام جاہلیت میں یہ بات ضرب المثل تھی اور ظالم ہونا شجاع ہونے کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ شاعر کہتا تھا کہ ؎ مَن لَا یَظلِمُ النَّاسَ یُظْلَمُ یعنی جو دوسروں پر ظلم نہیں کرتا اُسپر خود ظلم کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے بجائے ظلم کے عدالت کی۔ بجائے نفرت کے محبت

کی اور بجائے موذی بننے کے موسی بننے کی تعلیم دی۔

خود رسول کریمؐ نے اس تعلیم پر عمل کر کے دکھا دیا کیا آپ کو نہیں معلوم کہ جب جنگ اُحد میں کفار نے آپؐ کو زخمی کیا تو آپ نے اُنکے لئے بددعا نہیں کی بلکہ فرمایا اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون (اے اللہ میری قوم کی ہدایت کر اسلئے کہ وہ جانتے نہیں ہیں) کیا آپ نہیں جانتے کہ غزوۂ تبوک کے راستہ میں جب آنحضرت ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے تو ابن حارث ننگی تلوار لیکر آپ کے سر پہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تجھکو مجھ سے کون بچائیگا" آپ نے فرمایا کہ اللہ۔ یہ سن کر اُس پہ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اُس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی پھر آپ نے تلوار اُٹھالی اور فرمایا کہ اب تجھ کو مجھ سے کون بچائیگا تو اُس نے کہا آپ کی مہربانی اور عفو۔ آپ نے باوجود قادر ہونے کے اسکو چھوڑ دیا اور آخر کار وہ مسلمان ہو گیا۔

مسلمان اور عیسائی

صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کے رحم و مروت عفو و حلم کی یہ حالت تھی کہ نصرانی ممالک خود فتح ہوتے جاتے تھے۔ وجہ یہ تھی ایک نصرانی فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر اور واجب القتل سمجھتا تھا۔ اسی لئے ایک دوسرے پر سخت ظلم ہوتے تھے۔ جب مسلمان شام میں پہنچے اور ۶۳۵ء میں دمشق فتح ہوا۔ تو دوسرے شہر کے باشندوں نے بلا مزاحمت مسلمانوں کی سلطنت کو قبول کر لیا

حتیٰ کہ بیت المقدس کے بطریق اعظم نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو شہر سپرد کر دیا اور جزیہ دینا قبول کیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب ایک معاہدہ کی رو سے مسلمانوں نے شہر حمص (واقع ملک شام) کو خالی کر دیا۔ تو حمص کے باشندوں نے ہرقل کی فوج پر اپنے شہر کے دروازوں کو بند کر دیا اور کہا کہ ہم یونانیوں کے مظالم پر مسلمانوں کی منصفانہ حکومت کو ہزار درجہ زیادہ پسند کرتے ہیں۔

ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے اپنی کتاب موسومہ "تبلیغ اسلام" میں اسطرح لکھا ہے۔ "یونان فتح کرنے کے دو سو برس بعد تک ترکی سلطانوں کا جو رویہ عیسائیوں کے ساتھ رہا وہ ایسی رواداری کو ظاہر کرتا ہے جو اُس زمانہ میں یورپ میں نہیں پایا جاتا تھا۔ ملک ہنگری اور ٹرانسلوینیا کے کلونسٹ فرقہ کے عیسائی۔ اور ٹرانسلوینیا کے موحد عیسائی اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ وہ ترکوں کی اطاعت کر لیں بجائے اسکے کہ خاندان ہیپسبرگ کے ظالم بادشاہوں کے پھندے میں پڑیں اسی طرح سلیسیا کے پروٹسٹنٹ عیسائی للچائی ہوئی نظروں سے ترکوں کی طرف دیکھتے تھے اور اسلامی محکومیت کے عوض میں مذہبی آزادی خریدنے کو خوشی سے تیار تھے۔ پندرھویں صدی عیسوی میں ٹرکی ہی میں ہسپانیہ کے مظلوم عیسائیوں نے پناہ لی تھی۔ اور روس کے شاہی گرجے کے ستائے ہوئے کاسکوں کو سلطان ہی کے زیر سایہ وہ رواداری نصیب ہوئی جو اُن کے عیسائی بھائیوں نے اُنھیں نہیں دی تھی۔ انطاکیہ کے بطریق مکاریس نے جب سترھویں صدی میں کیتھولک مذہب

کے باشندگاں پولینڈ کو بیچارے قدیم مشرقی گرجے کے عیسائیوں پر خوفناک مظالم کرتے ہوئے دیکھا تو اُس نے اپنی حالت پر شکریہ ادا کیا اور کہا :-

"ہم نے اُن ہزاروں شہیدوں کے لئے خون کے آنسو بہائے جنھیں ایسے کمبختوں نے ۴۰ یا ۵۰ سال کے اندر قتل کیا ہے جو بے دین ہیں اور دین مسیح کے دشمن ہیں۔ مقتولوں کی تعداد اغلباً ۷۰ یا ۸۰ ہزار ہے۔ مردودو۔ کافرو۔ سنگدلو۔ بتاؤ تو مسیح کی کنواریوں اور عورتوں نے کیا کیا تھا۔ لڑکیوں۔ لڑکوں اور معصوم بچوں نے کیا بگاڑا تھا کہ تم نے انھیں قتل کر دیا۔ میں اُنھیں ملعون کیوں کہتا ہوں؟ اسلئے کہ اُنھوں نے بدترین بت پرستوں سے بھی زیادہ اپنے آپ کو کمینہ اور پاجی ثابت کیا ہے۔ اور عیسائیوں پر ظلم کر کے قدیم فرقہ کے نام تک کو مٹانا چاہا ہے۔ خدا ترکوں کی سلطنت کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے اسلئے کہ معمولی ٹیکس (جزیہ) لیتے ہیں۔ اور اپنی رعایا کے مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کرتے خواہ وہ عیسائی ہوں یا نصرانی۔ یہودی ہوں یا سمرانی"

مسلمان اور زرتشت

رومن سلطنت اور یورپ میں اسلام کا پاکیزہ اثر تو آپ دیکھ چکے کہ خود عیسائی قومیں اسلام کی خوبیوں کی دلدادہ ہو کر مسلمان ہونا شروع ہو گئیں تھیں (یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا)۔ اب ذرا اُس زبردست سلطنت کے باشندوں کی حالت دیکھئے جس نے صدیوں تک رومیوں کے سیلاب کو روک رکھا تھا اور اپنی قوت اور اپنے مذہب کو نصرانی اور بت پرستی کے

اثرات سے پاک رکھا تھا۔ ایران میں جو مذہب رائج تھا وہ ابتدا میں توحید کی تعلیم پر مبنی تھا۔ اور زرتشت کی تعلیم نہایت سادہ اور روحانی تھی لیکن بعد میں ایک مذہبی جماعت پیدا ہو گئی جس نے اصل کتاب کو چھوڑ کر مذہب میں ایسی موشگافیاں کیں کہ یزدان و اہرمن۔ نور و ظلمت۔ آفتاب و آتش کی پرستش ہونے لگی۔ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی کتاب تبلیغ اسلام کے صفحہ ۱۷۷ پر ایران کے متعلق لکھا ہے کہ :-

"مذہب زرتشت کے پجاریوں (فقیہوں) نے اپنا بہت بڑا اثر سلطنت میں قائم کر لیا تھا۔ اور ملکی معاملات میں شاہ ایران کے مشوروں میں برابر کے حصہ دار تھے۔ اُنھوں نے اپنے مخالف مذہب والوں پر سخت ظلم شروع کر دیا تھا۔۔۔۔۔۔ جب عرب کی فتوحات شروع ہوئیں تو گویا مظلوموں کے لئے رحمت کا دروازہ کھل گیا۔ اور مختلف مذاہب کے لوگوں نے اسلامی حکومت کے اندر آزادی کا سانس لینا شروع کیا۔ اسلامی قانون کے مطابق کامل رواداری برتی گئی اور نہ صرف عیسائیوں اور یہودیوں کو جزیہ دینے کا حق حاصل ہوا۔ بلکہ زرتشت۔ صابی۔ بت پرست اور آتش پرست سب کو یہ حق مل گیا۔ کہا جاتا تھا کہ رسول اللہ نے صاف صاف یہ حکم دیا تھا کہ زرتشتیوں سے بالکل ایسا ہی سلوک کیا جائے جو اہل کتاب (یعنی عیسائی اور موسائی) سے کیا جاتا ہے۔ اور ان کی حفاظت کے بدلے میں اُن سے جزیہ لیا جا سکتا ہے"

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز میں پورے ایران میں اسلام پھیل گیا

اور وہ مزدوری پیشہ جماعت بھی جو اپنی مصنوعات کیلئے آگ کا استعمال کرکے ایک طرح سے آگ کی توہین کرتی تھی اور اس جماعت کو ایران میں ایسا ہی سمجھا جاتا تھا جیسے کہ ہندوستان کی اچھوت اقوام۔ یہ جماعت بھی اسلام کی مساوات و اخوت کو دیکھ کر مسلمانوں کی معزز جماعت میں داخل ہو کر معزز ہو گئی

مسلمان اور ہندو

عہد گزشتہ پر یہ عبث طعنہ زن ہیں آپ
محمود بت شکن تھا۔ برہمن شکن ہیں آپ

پنڈت نے خوب بات کہی جوشِ طبع میں
پتھر کے بدلے اب تو دھرم ٹوٹنے لگا

حضرت عمرؓ فاروق کے زمانہ خلافت میں جو سنہ ۱۶ھ مطابق ۶۳۷ء تھا۔ تین مہمیں ہندوستان بھیجی گئیں بمبئی۔ بروچ اور دریائے سندھ کے دہانے کے قریب یہ فوجیں لنگر انداز ہوئیں۔ اور عبداللہ بن عبداللہ نے سنہ ۲۳ھ میں سندھ کے راجہ کے حملہ کو روکنے کے لئے مکران پر فوج کشی کی۔ لیکن دربار خلافت سے آگے بڑھنے کی ممانعت ہو گئی تھی۔ اسلئے کہ اسی زمانہ میں تسخیر ایران کی مہم درپیش تھی۔ خود عربوں میں باہمی جنگ خلافت کے لئے شروع ہو گئی تھی اور یہ بھی خیال تھا کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اس لئے کہ یہاں کے اکثر راجہ اس مذہب کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں حجاج بن یوسف نے ہندوستان پر اقدام کرنے کی اجازت حاصل کرلی اور اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو سنہ ۹۳ھ

میں شیراز سے بذریعہ جہاز روانہ کیا جو چھ ہزار عربوں کو لیکر دیبل میں اُترا اور اُس پر قابض ہوگیا۔ (ابوالفدا۔ بلاذری)

فرشتہ محمد بن قاسم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ اُس نے ہندوؤں کے مندروں کو توڑ کر مسجدیں بنا دیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی خوبیوں اور عربوں کی شجاعت سے متاثر ہوکر ہزارہا جاٹ اور مید مسلمان ہوگئے۔ اور اپنے عربی نام رکھ کر اسلامی فوج میں شریک ہوگئے۔ اور ملتان فتح کرلیا۔ (ابن طبری)۔

جس وقت محمد بن قاسم نے پہلی مرتبہ ملتان کو فتح کیا اور اُس نے دیکھا کہ اس ملک کی سرسبزی اس بت کے وجود پر منحصر ہے (جسکا نام آدت ہے اور جو سورج کے نام پر معنون کیا گیا ہے۔ جو شیخ کھال منڈھا ہوا ہے اور جس کی آنکھوں میں یاقوت جڑے ہیں) اور اُسکے زائرین کی کثرت ہی اس سرزمین کی آبادی کا سرچشمہ ہے تو اُس نے بت کو صحیح وسالم چھوڑ دیا لیکن ہندوؤں کی اوہام پرستی سے نفرت ظاہر کرنے کیلئے بت کی گردن میں ایک گوشت کا ٹکڑا لٹکا دیا" (کتاب الہند البیرونی صفحہ ۵۰ مطبوعہ لندن)۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ جب کسی ملک کو مسلمان صلح کی رو سے فتح کرتے تھے تو ہرگز اُس ملک کے معبدوں کو نہ توڑتے تھے۔ بلکہ یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندوستان کی بت پرستی محض تجارتی اُصولوں پر مبنی تھی۔ بت کی شہرت کی وجہ سے عوام کی ہر موسم میں کثرت رہتی تھی۔ اور تجار اور پجاریوں کا اسی میں فائدہ تھا۔ حتیٰ کہ خود ہندو ایسے دولت افزا بت پر قبضہ کرنے کی کوشش

میں رہا کرتے تھے۔ الاصطخری لکھتا ہے کہ :-

"جب ہندو مخالفانہ جوش میں اس بت کے چھڑانے کی نیت بدسے آتے ہیں۔ تو یہاں کے باشندے اسکو اپنی جگہ سے اُٹھا لیتے ہیں۔ اور اُس کی ایسی حفاظت کرتے ہیں کہ گویا وہ اسکو توڑ ڈالنے یا جلا دینے کا قصد رکھتے ہیں۔ اس احتیاط کو دیکھ کر حملہ آور ہندو ناکام واپس چلے جاتے ہیں۔ اگر یہ پیش بندی نہ کیجاتی تو ملتان کبھی کا ویران ہوگیا ہوتا۔" (مسالک الممالک للاصطخری صفحہ ۱۷۳-۱۷۴ مطبوعہ لندن)

جب خود ہندو اپنے بتوں کو لوٹنے اور جلا ڈالنے کے لئے تیار تھے تو محمود غزنوی یا سلطان التمش پر یہ الزام لگانا کہ وہ بت شکن تھے کچھ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان جب کسی ملک کو صلح سے فتح کرتے ہیں اور جزیہ لیکر کفار کی حفاظت کے ذمہ دار ہوجاتے ہیں تو ہرگز اُن کے مذہب اور مندروں سے تعرض نہیں کرتے۔ لیکن جب کسی ملک یا شہر کو بزور شمشیر فتح کرتے ہیں تو اُن کو حکم ہے کہ اہل کتاب کے راہبوں اور پادریوں سے تعرض نہ کریں۔ نہ اُن کی عبادت گاہوں کو خراب کریں۔ نہ عورتوں اور بچوں اور سبز کھیتوں کو برباد کریں۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں خود حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ نے اتنے مندروں کو جاگیریں بخشی ہیں کہ کسی ہندو راجہ نے بھی ایسا نہ کیا ہوگا رہا یہ کہ بعض مندروں یا بتوں کو توڑا گیا۔ اُسکے لئے اتنا کہنا کافی ہے کہ سیاسی اور اخلاقی ضروریات کے لئے بعض ایسی باتیں ہر بادشاہ کو کرنی

پڑتی ہیں جو بادی النظر میں غیر منصفانہ معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً میر خوند صاحب روضۃ الصفا کے مندرجہ ذیل بیان پڑھیے اور غور فرمائیے کہ ایسے مخرب اخلاق بت کا توڑنا جائز تھا یا نہیں اور پھر ایسی حالت میں جبکہ بزور شمشیر دشمنوں پر فتح حاصل کی گئی ہو:۔

"چاند گہن کے وقت لاکھوں آدمی سومنات کے مندر میں جمع ہوتے اور سجدۂ عبودیت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ مندر کا مد و جزر بھی دیوتا کی مرضی سے ہوتا ہے ۔۔۔۔ تین سو حجام تین سو گویئے اور پانچسو ناچنے والی لڑکیاں اس مندر سے تعلق رکھتی ہیں" (استغفر اللہ)

بیرونی لکھتا ہے :۔

"لفظ سومنات کے معنی "صاحب القمر" ہیں ۔۔۔۔ یہ مخروطی شکل کا ایک پتھر ہے۔ جو شیو کے عضو تناسل کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ اسی بنا پر اسکا نام لنگ مہادیو ہے ۔۔۔۔۔۔ دریائے سندھ کی جنوبی اور شرقی آبادیوں میں شیو کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور مخلوق علانیہ مندروں میں لنگم کی عزت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن سومنات کے مندر کے لنگ کی اس درجہ غیر معمولی عزت کیجاتی ہے کہ روزمرہ گنگا کا مقدس پانی اور کشمیر کے تازہ پھول چڑھائے جاتے ہیں" نعوذ باللہ۔

آگے میر خوند لکھتا ہے :۔ "التمش نے ۶۳۲ھ یا ۱۲۳۴ء میں مالوہ پر حملہ کیا اور قلعہ بھیلسہ کو فتح کر لیا۔ جب شہر اجین کو فتح کیا تو یہاں ایک مضبوط مندر تھا جو سومنات کے نمونہ پر بنایا گیا تھا ۔۔۔۔

التمش نے مندر کو منہدم کر کے وکرماجیت کا مجسمہ اور لنگم اور دوسرے بت وہاں سے نکال کر جامع مسجد دہلی کی سڑک پر ڈلوا دیئے"
بھلا بتائیے کہ بت پرستی تو درکنار اس لنگم پرستی کو کوئی صاحب عقل فرمانروا اپنی محبوب رعایا کے لئے کیسے گوارا کر سکتا تھا۔ لیکن وہ زمانہ اور تھا۔ یہ زمانہ اور ہے۔ اس زمانہ میں اگر آپ مسلمانوں کی سلطنت انکی رواداری اور حسن معاملت کا مقابلہ دوسری اقوام سے کریں تو آپکو معلوم ہوگا کہ مذہب کے نام پہ خود ہندؤوں نے لاکھوں بودہ مذہب والوں کو تہ تیغ کر دیا۔ ان کے مندروں کو مسمار کر دیا۔ اور اب بعض جاہل کلکتہ میوزیم کے بتوں کے عربی کتبوں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا کام ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جھوٹ ہے افترا ہے۔ تہمت ہے۔ مسلمانوں کے آنے سے پہلے بودھ مذہب ہندوستان میں ختم ہو چکا تھا۔ حتیٰ کہ بودھ گیا میں حال ہیں زمین کے نیچے سے بدھ مذہب والوں کا ایک عظیم الشان مندر نکلا ہے جو زبان حال سے ہندؤوں کے اس مذہبی جوش اور غصہ کی یاد دلاتا ہے جس نے پورے مندر کو زمین میں دفن کر دیا تھا اور بتوں کے ناک کان توڑ ڈالے تھے۔

شہاب الدین غوری

جان کلارک مارشمین اپنی "تاریخ ہند" میں لکھتا ہے۔

" علاء الدین ۱۱۵۶ء میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کے چچا زاد بھائی غیاث الدین نے سلطنت شروع کی اور اپنے بھائی شہاب الدین کو اپنا مشیر سلطنت بنا لیا۔ یہی شہاب الدین تاریخ میں محمد غوری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایسے خونریزی کے زمانہ میں جبکہ طاقت و حکومت کی محبت جملہ قدرتی محبتوں پر غالب تھی اور آدمیوں کو اپنے باپوں۔ بھائیوں اور اہل خاندان کے قتل پر آمادہ کر دیتی تھی۔ محمد غوری نے اپنے کمزور بھائی کی ۲۹ سال تک اطاعت کی۔ اسی بادشاہ نے دہلی میں مسلمانوں کے غوری خاندان کی دوسری سلطنت قائم کی۔ یہی بادشاہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا حقیقی بانی تھا۔"

۱۱۹۱ء میں ہندوؤں کی حالت

کورا خاندان کے راجہ قنوج نے محمود غزنوی کی اطاعت کر لی تھی اسلئے ہندو راجاؤں نے اُسے تخت سے اُتار کر قتل کر ڈالا۔ اور اُس تخت پر راٹھور راجپوت قابض ہو گئے تھے۔ اور بنارس کے مغربی اضلاع پر قابض ہو کر زیادہ طاقتور ہو گئے تھے۔ اور ہمیشہ دہلی اور اجمیر کے راجاؤں کے مخالف رہتے تھے۔

بنارس میں بدھ مذہب کے راجہ حکمراں تھے۔ اور اڑیسہ تک فتح کر چکے تھے۔ یہ خاندان محمد غوری کے زمانہ میں ختم ہو چکا تھا۔ اور بنگال کے راجہ نے گور اور بہار پر قبضہ کر لیا تھا۔

مغرب میں گجرات پر بھاگیلے راجہ متصرف تھے اور قنوج کے راجاؤں کے ساتھی تھے۔

اجمیر میں ایک زبردست سلطنت قائم تھی۔ یہ چوہان راجپوت تھے اور ہمیشہ دہلی کے تو"رخاندان کے راجاؤں کا ساتھ دیتے تھے۔ دہلی کے آخری راجہ کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لئے اُس نے اجمیر کے راجہ کے بیٹے پرتھی راج کو (جو دہلی کے راجہ کا نواسہ تھا) اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔

اسی زمانہ میں ہندوستان کا مشہور علم دوست راجہ بھوج اوجین اور دھار کے تخت پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اور ہندوستان کے قدیم علمی مشاغل کو دوبارہ زندہ کر رہا تھا۔ یہ بکرماجیت کا حقیقی جانشین تھا اور اب تک عوام میں اس کی فیاضی اور علم دوستی کے قصہ مشہور ہیں۔

غرضکہ محمد غوری کے حملہ کے وقت ہندوستان کے راجا دو جماعتوں میں منقسم تھے۔ ایک طرف گجرات کا راجہ اور قنوج کا راجہ جے چند راٹھور تھا۔ دوسری طرف دہلی و اجمیر کا مہاراج پرتھی راج چوہان اور چتوڑ کا راجہ تھا۔

محمد غوری کے حملے

جب شہاب الدین غوری (المعروف بہ محمد غوری) نے غزنی کا پورا بندوبست کر لیا تو اُس نے ہندوستان لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ پہلے

سال ملتان فتح کیا۔ دوسرے سال انہلواڑہ پر حملہ کیا اور لاہور کو خسرو
شاہ سے چھین کر اُسے قید کر دیا پھر ستلج اُتر کر سرہند کو فتح کیا۔ پھر دہلی و
اجمیر کے راجہ پرتھی راج (رائے پتھورا) نے مقابلہ شروع کیا۔ اور یہ راجہ
بھی اپنے ساتھیوں کے بہت شان و شوکت سے نکلا اور تھانیسر کے
قریب مقام تراوڑی پر لڑائی ہوئی۔ سلطان محمد غوری نے سردار گوبند رائے
کے ہاتھی پر حملہ کیا اور اُس کو ایک ایسا بھالا مارا کہ اُس کے دو دانت
ٹوٹ کر حلق میں جا پڑے۔ لیکن گوبند نے بھی حملہ کیا اور سلطان کے
بازو کو سخت زخمی کر دیا۔ سلطان زخم کھا کر گھوڑے کی باگ موڑ کر ایک
طرف چلا گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر سلطان کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور
راجہ پرتھی راج کو فتح حاصل ہوئی۔ اور ہندوؤں نے چالیس میل تک
محمد غوری کا تعاقب کیا اور بری طرح اُلٹ بار ہوا۔ گو بظاہر وہ اس
شکست کو بھول گیا تھا لیکن اپنے ایک خط میں لکھتا ہے کہ مجھے نہ رات
کو نیند آتی ہے نہ فکر و رنج دل کو ساتھ چھوڑتے ہیں۔

نواں حملہ
پرتھی راج کی شکست
۵۹۱ھ مطابق ۱۱۹۳ء

دو سال کے عرصہ میں سلطان نے تاتاری۔ ترکی اور افغانی
سواروں کا ایک جرار لشکر جمع کیا۔ اور ۱۱۹۳ء میں دریائے سندھ کو

عبور کیا۔ دہلی کے راجہ رائے پتھورا کے ساتھ ۱۵۰ سردار تھے۔ اور کم سے کم تین لاکھ سوار اور تین ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ اس کے علاوہ ایک بہت بڑی پیدل سپاہ بھی تھی۔ غرور میں آ کر راجہ نے سلطان کو لکھا کہ تمہاری جان بخشی کی جاتی ہے اور تمہیں واپس جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ شہاب الدین نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کے ماتحت ہوں۔ آپ کا پیغام اُسکے پاس بھیج دیتا ہوں۔ ہندوؤں نے اُس جواب کو سلطان کی کمزوری پر محمول کیا۔ اور تفریح میں مشغول ہو گئے۔ رات کو محمد غوری نے دریائے گگر کو عبور کیا اور شبخون مارا۔ لیکن ہندوؤں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ سنبھل گئے۔ اور سلطان نے اپنی فوج کو واپس ہونے کا حکم دیا۔ جیسی اُمید تھی ویسا ہی ہندوؤں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا۔ لیکن کچھ دور پسپا ہونے کے بعد جب ہندوؤں کا نظام بگڑتے دیکھا تو محمد غوری نے اپنی فوج کو پلٹنے کا حکم دیا۔ اور اتنا سخت حملہ کیا کہ ہندوؤں کے پیر اُکھڑ گئے۔ چتوڑ کا بہادر راجہ سمر سی معہ اپنے راجپوت ہمراہیوں کے لڑتا ہوا میدان جنگ میں مارا گیا۔ اور پرتھی راج زندہ گرفتار ہو گیا اور قتل کیا گیا۔ سردار رائے گوبند سے خود سلطان نے مقابلہ کیا اور قتل کیا۔ اسکے بعد محمد غوری نے اجمیر کا رُخ کیا اور شہر کو بہت خونریزی کے بعد فتح کر لیا۔

اور اپنے غلام قطب الدین ایبک کو ہندوستاں کی سلطنت دے کر غزنی واپس چلا گیا۔

آئندہ سال محمد غوری نے قنوج کے راجہ جے چند کو بھی شکست دی

اور راٹھور راجپوتوں نے جودھپور میں بھاگ کر پناہ لی اور وہاں اپنا راج قائم کر لیا۔ پھر بنارس پر حملہ کیا اور اُسے نہایت آسانی سے فتح کر لیا اور اسطرح چار سال کے اندر ہندوؤں کی پوری طاقت کو خاک میں ملا دیا۔

اس زمانہ کا سب سے حیرت انگیز کارنامہ یہ تھا کہ بختیار خلجی نے صرف ۱۸ سواروں سے ۱۲۰۳ء میں بنگال کا وسیع صوبہ فتح کر لیا جو ساڑھے پانسو برس تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ بختیار نے پہلے دارالسلطنت ندیا کو فتح کر لیا پھر شہر گور کو تسخیر کیا۔ اور زمانہ میں اپنی شجاعت و فیاضی کی وہ مثال چھوڑی ہے جو آج تک دنیا میں کسی نے نہیں چھوڑی۔ بختیار کے قدرتی طور پر درباری دشمن ہو گئے تھے اور رشک و حسد کرنے لگے تھے ایک موقعہ پر اُسکا ایک بھوکے شیر ببر سے مقابلہ کرا دیا گیا۔ لیکن بھلا بختیار کے سامنے شیروں کی کیا حقیقت تھی۔ اُس نے اُسے چیر کے رکھ دیا۔

بہر حال ہندوستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور رفتہ رفتہ بزرگان طریقت کی روحانیت کے اثر سے اس ملک میں اسلام کو روز افزوں ترقی ہونے لگی۔ جو مشائخ ہندوستان میں آئے ان میں سب سے بزرگ اور سب سے زیادہ اسلام کو پھیلانے اور قائم کرنے والے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ خواجگان۔ حضرت سید معین الدین سنجری چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز ہیں۔ اور اُن ہی کے قدموں کی برکت ہے کہ اس سرزمین میں نہایت پرامن۔ خاموش لیکن زود اثر طریقہ پر اب تک ہزارہا مشائخ و صوفیائے کرام اسلام اور انسانیت کی خدمت کی کوشش میں سرگرم ہیں۔

میں آخر میں پھر عرض کرونگا۔ کہ اسلام محض اپنی حقانیت اور بزرگان دین کے تصرف سے ہر ملک میں پھیلا ہے۔ تلوار کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوا۔ البتہ مسلمانوں کا یہ مذہبی فریضہ ہے کہ وہ آزاد رہیں۔ اس لئے کہ اَلْمُلْکُ وَالدِّیْنُ تَوْاَمَانِ (ملک اور دین دونوں جڑواں بھائی ہیں) نہ دین بغیر سلطنت کے رہ سکتا ہے۔ نہ سلطنت بغیر دین کے کارآمد ہے۔

آپ دنیا کی آبادی پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کی مساوات اور اُس کی پاکیزگی نے ہر شخص کے دل کو موہ لیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ نصرانی جو تین خداؤں کی پرستش پر جان دیتے تھے اب اُن کے کسی پادری سے پوچھئے تو وہ یہی کہے گا کہ خدا ایک ہے۔ لیکن ہم جو تین کہتے ہیں اس کا مطلب یہی ہے کہ خدا ایک ہے۔ ہندو سے پوچھئے تو وہ بھی ایکم اوادو تیہم (یعنی خدا ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں) کو پیش کردیگا اور کہیگا کہ پتھر اور پیڑ۔ گائے اور سانپ کی پوجا یہ سمجھ کر کی جاتی ہے کہ یہ خدا کی طاقت اور محبت کے مظہر ہیں۔ خدا نہیں ہیں۔ اسلام ہی کے اثر سے ہندوستان میں لاکھوں نہیں کروروں موحد پیدا ہوگئے ہیں۔ کوئی اپنے کو سکھ کہتا ہے۔ کوئی کبیر پنتھی۔ کہیں تھیاسوفیکل سوسائٹی کی بنیاد مسز اینی بسنٹ ڈالتی ہیں تو کہیں راجہ رام موہن رائے برہمو سماج قائم کرتے ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اسلام کی حقانیت ہے کہ ہر شخص مختلف طریقوں سے ادھر کھنچا آرہا ہے۔

مردم شماری پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ پورا براعظم افریقہ بلاجبر

واکرام کے مسلمان ہو رہا ہے۔ اور عیسائی مبلغین کی انتھک کوششوں کے باوجود اسلام ہی کو ترقی ہے۔ ہندوستان میں زوال سلطنت اسلامیہ کے باوجود بلکہ اس کے بعد اس کثرت سے مسلمان ہونا شروع ہوئے ہیں کہ مشرقی بنگال پورا مسلمان ہو چکا ہے۔ یہ کوشش صرف جونپور کے ایک بزرگ کی تھی جنھوں نے تھوڑے ہی دنوں میں ایک کروڑ سے زیادہ بنگالی ہندوؤں کو مسلمان بنا دیا۔ آپکا نام نامی مولوی کرامت علی تھا۔

اسی طرح چین میں جہاں کنفوشیس اور بدھ مذہب کا رواج ہے گزشتہ دس سال میں مسلمانوں کی ایک کروڑ تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔ جاپان میں بھی اسلام زوروں کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور یورپ و امریکہ تو مسیحی تعلیم سے اتنا عاجز ہے کہ اب وہاں متعدد جماعتیں عیسائیت کے خلاف قائم ہو کر اخبارات و رسائل میں اسکی برائیاں بیان کرتی ہیں اور اسلام کی طرف رجوع کر رہی ہیں۔ بہاء اللہ نے جو اسلام کی صورت امریکہ میں پیش کی تو دو سال کے اندر ۱۵ لاکھ سے زیادہ آدمی بہائی مذہب میں داخل ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی دنیا کے لوگ اپنے پرانے مذہب سے کتنا بیزار ہیں۔

ہندوستان میں اسلام کے متعلق صرف اتنا اور عرض کرنا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے کبھی مذہب پھیلانے کی غرض سے ہندوؤں کو قتل نہیں کیا نہ اُن کے ممالک کو تسخیر کیا۔ مسلمان تو اس ملک کو اپنا سمجھتے تھے اور اکثر ہندو مسلمانوں کے ساتھ اور مسلمان ہندوؤں کے ساتھ ہو کر

سیاسی لڑائیوں میں ایک دوسرے کو قتل بھی کرتے تھے۔ مذہب کے نام سے
دورِ اسلامی میں یہاں میں یہاں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ تاریخ شاہد ہے
کہ خود محمود غزنوی۔ محمد بن قاسم اور اورنگ زیب جیسے بادشاہوں کے ساتھ
(جنہیں بعض لوگ متعصب بادشاہ کہتے ہیں) کثیر تعداد میں نہ صرف
ہندو سپاہی رہتے تھے بلکہ ہندو جرنیل بھی رہتے تھے۔ رنتھمبور کے راجہ
ہمیرا کا قصہ نظم و نثر دونوں میں زباں زدِ خلائق ہے کہ کس طرح اس نے
ایک مسلمان سردار کو پناہ دی اور اپنا تخت و تاج کھو دیا۔ لیکن جب شاہ
علاء الدین نے اس مسلمان سردار کو گرفتار کر لیا اور پوچھا کہ اگر تیری جان
بخشی کیجائے تو تو کیا کریگا۔ تو اس نے کیا خوب جواب دیا کہ تجھ سے
تیرا تخت چھین کے ہمیرا کے بیٹے کو دینے کی کوشش کرونگا۔ اسیطرح
ہمایوں نے اپنی منہ بولی راجپوت ہندو بہن کے واسطے اپنی سلطنت
کو خطرہ میں ڈالدیا تھا۔ اور ابراہیم خاں گاردی کے توپخانہ اور ۱۲ ہزار
توپچیوں کا قصہ تو بہت قریب زمانہ کا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ کس
بہادری سے اس نے مرہٹوں کا ساتھ دیکر احمد شاہ ابدالی کے دانت
کھٹے کر دیئے اور وفاداری سے اپنے قول پر قائم رہا۔

منشاء عرض کرنے کا صرف یہ ہے کہ ہندو مسلمان مذہب کے لئے
شاید ہی کبھی لڑے ہوں۔ اُن کی لڑائیاں سیاسی اور ذاتی لڑائیاں
ہوتی تھیں اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ مسلمان مسلمان کو اور ہندو ہندو کو
بے دردی سے قتل و برباد کرتا تھا بلکہ مسلمانوں کے حق میں تو یہ قول

بالکل صادق آتا ہے کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من انچہ کرد آں آشنا کرد

غرضکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی آپ اسلام کا نام پاتے ہیں وہ صرف بزرگان دین متین کی کوشش اور ان کی روحانی کشش کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں وہی انسانوں کے دلوں کے تاجدار تھے اور اب تک قلوب پر ان ہی کی حکومت ہے :۔

آپ منکر ہیں غلامی بھی نہیں ملتی ہے سلطنت کر گئے عقبیٰ سے ڈرانے والے
(اکبر)

تصوف اسلام پر ایک سرسری نظر

قرآن و حدیث۔ فقہ و تفسیر۔ فلسفہ و سائنس کے مطالعہ کے بعد اگر کوئی شخص مخصوص طریقہ پر اپنے اخلاق و عادات کو درست کر کے اپنی روحانیت کی زندگی میں ترقی کرنا چاہے۔ تو اُس کے لئے خاص تعلیم کی ضرورت ہے اور یہ تعلیم تصوف کے ذریعہ سے مشائخ و بزرگان دین کی ارادت سے حاصل ہوتی ہے۔

تصوف کیا ہے

تصوف کا ماخذ صفا ہے۔ اسی لفظ کا مترادف تزکیہ ہے۔ اس سے نفس کو برائیوں سے پاک اور اخلاق حسنہ سے معمور کیا جاتا ہے۔ اور روح میں اس بات کی استعداد پیدا کیجاتی ہے کہ وہ جمال الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد وصال الٰہی سے فیضیاب ہو۔ اصطلاح صوفیہ میں اسے قطع منازل الی اللہ یا

ترقی مقامات کہتے ہیں۔ اسکی ابتداشریعت ہے۔ اور وسط طریقت ہے اور مقصد حقیقت ہے۔ ابتدابھی اس کی خدا ہے اور انتہابھی خدا ہے وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ (قرآن) وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (الحدیث) یعنی مقصود حقیقی ہر حال میں خدا ہے۔

تصوف کا ماخذ

عام طور پر تصوف اسلام کے چار ماخذ خیال کئے جاتے ہیں۔

(۱) تعلیم علم باطن جو ابتدائے اسلام سے سینہ بسینہ تھی۔

(۲) وہ تعلیم جو سامی و ایرانی نسلوں کے اختلاط سے شروع ہوئی۔

(۳) وہ عمل اور ردِ عمل جو یونانی فلسفہ سے اسلامی عقائد میں پیدا ہوکر تصوف کی صورت میں نمودار ہوا۔

(۴) قرآن کریم۔ اور سنت نبوی۔ جسکی تشریح مختلف زمانوں میں مختلف اقوام نے اپنے مذہبی و اخلاقی ماحول سے متاثر ہو کر کی۔ اور جو تصوف اسلام کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

ہماری رائے میں آخری نظریہ حقیقت سے قریب تر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دوسری قوموں کے اختلاط سے تصوف کے مسائل کو اُن قوموں کے خیال کے مطابق بیان کیا گیا۔ اور کلم الناس علی قدر عقولھم پر عمل کر کے یہ بتایا گیا کہ اسلامی تصوف کی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ حقانیت کے مختلف اصول جو دیگر مذاہب میں ہیں اُنکا ماخذ بھی وحی الٰہی ہے۔ اگر کچھ فرق ہے تو یہ ہے کہ بعض قوموں نے تعلیم الٰہی

کو بھلا دیا۔ یا اُن کے علمار نے اپنے مصالح کی بنا پر اُس میں ترمیم و تنسیخ کی اور حقیقت سے دور کر دیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ تصوف کے جتنے سلسلے ہیں اُنکا ربط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پورے طور پر ثابت ہے۔ اور تصوف کا ہر اصول قرآن و سنت میں موجود ہے۔

مقصد عقیدہ ویدانت کا مقصد تناسخ سے آزادی حاصل کرنا ہے اسی کا نام نجات ہے۔ یعنی روح انسانی اپنے مرکز اصلی یعنی روح اعظم (برہما جی) سے واصل ہو جائے۔ عیسائی عقیدہ ہر شخص کو گناہگار سمجھتا ہے اور جو گناہ دانہ گندم کھا کر حضرت آدم نے کیا تھا اُس کی سزا میں ہر شخص کو لعنتی قرار دیتا ہے۔ انکا مقصد دائمی زندگی حاصل کرنا ہے اور وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا مان کر۔ اور یہ مان کر کہ وہ حضرت آدم کے گناہ کا کفارہ ہو کر مصلوب ہوئے۔ نجات حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اسلام کا تصوف یہ کہتا ہے کہ روح انسانی خدا کا جزو نہیں بلکہ اسکی مخلوق ہے۔ اُس کا مقصد یہ ہے کہ وصل الہٰی حاصل ہو۔ لیکن وصل و اتصال کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ انسانی روح مادی اشیار کے اتصال کی طرح ذات باری تعالیٰ کا جزو بن جائے۔ بلکہ اسکا منشار یہ ہے کہ حجابات قلب دور ہو جائیں۔ اور معشوق حقیقی کا جمال چشم دل میں نظر آئے۔ چونکہ اسلام اور تصوف اسلام کا بنیادی اُصول توحید ہے۔ اس لئے توحید کی تعریف ضروری ہے

توحید مولانا جامی رح فرماتے ہیں کہ توحید کے چار درجے ہیں:۔

(۱) **توحید ایمانی**۔ یعنی بندہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق

کرے۔ کہ قرآن و حدیث کے مطابق ذات الٰہی الوہیت کی صفت میں واحد ہے۔ اور سوائے اُس کے کوئی معبود نہیں۔

(۲) **توحید علمی** ۔ یہ علم باطنی سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی بندہ یہ یقین کرلے کہ موجود حقیقی صرف ذات باری ہے۔ اور ہر ایک صفت و ذات اُسی کے نور کا پرتو ہے۔

(۳) **توحید حالی** ۔ یہ ہے کہ انسان کی خدا میں اتنی محویت بڑھ جائے کہ بجز ذات و صفات خداوندی کے اُسے کچھ نظر نہ آئے۔ حتیٰ کہ خود اپنی ہستی کا بھی خیال نہ رہے۔ اور اپنی ہستی کے قطرے کو بحر حقیقت میں غرق کرکے سوائے حق کے اور کچھ نہ دیکھے۔

(۴) **توحید الٰہی** ۔ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ازل میں واحد تھا۔ اب بھی واحد و فرد ہے اور ہمیشہ واحد ہی رہے گا۔

بعض صوفیہ نے مراتب توحید کو ذاتی ،صفاتی و افعالی میں تقسیم کیا ہے مثلاً۔

(۱) **توحید ذاتی** ۔ یہ ہے کہ دنیا میں جتنی ذاتیں نظر آتی ہیں وہ سب ایک ہی ہیں۔ اور سوائے خدا کے کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔ صورت میں فرق ہے۔ مگر حقیقت میں سب ایک ہے۔ جیسے مٹی سے مختلف صورتوں کے برتن بنائے جائیں تو حقیقت سب برتنوں کی ایک ہی ہوگی یعنی مٹی۔ اسے "ہمہ اوست" یا وحدت وجود کہتے ہیں۔

(۲) **توحید صفاتی** ۔ یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی موصوف نہیں جتنے

اوصاف ہیں سب اُسی کے ہیں۔ یعنی قدرت۔ عظمت۔ خالقیت۔ علم جمال و جلال سب اُسی کی صفات ہیں۔

(۳) **توحید فعلی**۔ یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے وہ مختار و قادر مطلق ہے۔ اور سب مجبور ہیں۔

توحید الٰہی کے مندرجہ بالا مدارج کے اعتبار سے اہل توحید کی تین قسمیں ہیں (۱) وجودی۔ (۲) شہودی۔ (۳) محقق۔

(۱) **وجودی**۔ سالک پر توحید حالی کی کیفیت طاری رہتی ہے اور وہ توحید ذاتی کا قائل ہوتا ہے۔ یعنی سالک کی روح خداوندی نور کے عالم افروز جلوے میں پوشیدہ ہو جاتی ہے اور شاہد و مشہود کی دوئی اُٹھ جاتی ہے۔ جس طرح شمع کی روشنی آفتاب کی روشنی میں غائب ہو جاتی ہے۔ گو دونوں کا وجود باقی رہتا ہے۔ لیکن سالک کو احساس دوئی نہیں ہوتا۔

(۲) **شہودی**۔ وہ ہیں جو وحدت شہود کے قائل ہیں۔ یعنی اُن پر توحید علمی کی حالت طاری ہوتی ہے۔ آنکھوں سے حجابات دور ہوتے ہیں۔ اور سالک کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہر جگہ خدا ہی کا جلوہ ہے اللہ نور السموات والارض اور ھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ۔ چونکہ عشق غالب ہوتا ہے اسلئے ہر جگہ خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ اور سالک میں یہ احساس نہیں رہتا کہ شاہد و مشہود الگ الگ ہیں۔ اسے ہمہ از وست بھی کہتے ہیں

(۳) **اہل تحقیق** - صاحبان تحقیق وحدت وجود و وحدت شہود کے درمیانی راستہ پر چلتے ہیں۔ انکا یہ مسلک ہے کہ جملہ اشیا عین حق بھی ہیں اور حق سے علیحدہ بھی ہیں۔ یعنی جسطرح سمندر کی موجیں بظاہر سمندر سے الگ ہیں لیکن حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ لیکن بحر وجود ہی سے موجوں کا وجود ہے۔ گویا خدا علت العلل ہے۔ ھوالاول - ھوالاخر ھو الظاھر - ھوالباطن کے یہی معنی ہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں ؎

تا در تو ز پندار تو ہستی باقی ست می داں بہ یقیں کہ بت پرستی باقیست
گفتی بت پندار شکستم رستم ایں بت کہ تو پندار شکستی باقیست

اس مسلک کے ثبوت میں وہ آیت بھی پیش کیجاتی ہے جو جنگ بدر میں نازل ہوئی تھی۔ (وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی) یعنی اے محمدؐ وہ خاک جو تو نے کفار کی طرف پھینکی ہے۔ تو نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی اس قسم کے اقوال ملتے ہیں جنکا مفہوم اہل تحقیق کے مسلک کے مطابق ہے مثلاً خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

وجودی کہتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (اے رسول جنھوں نے تیری بیعت کی انھوں نے اللہ کی بیعت کی)۔

شہودی کہتے ہیں اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (جدھر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے)۔ اہل تحقیق حضرت اویس قرنیؒ کی زبان سے کہتے ہیں کہ جب عبودیت تمام ہوگئی۔ تو پھر بندے کی زندگی خدا کی زندگی ہے یعنی

بندہ کا فعل عین فعل حق ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ اس سے بھی زیادہ صاف طور پر فرماتے ہیں کہ سب لوگ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور میں لا الہ الا اللہ کہنے سے توبہ کرتا ہوں۔ کیونکہ وصال الٰہی کے بعد ذکر الٰہی کرنا شرک ہے۔

غرضکہ تصوف اسلامی کا مقصد وحید یہ ہے کہ خدا کو معبود و موجود حقیقی سمجھ کر اُس کے وصال کی کوشش کیجائے۔ اور قرآن کے اس حکم پر عمل کیا جائے کہ مومن کی نماز و عبادت۔ زندگی و موت اُس خدا کے لئے ہونا چاہیئے جو دونوں جہان کا مالک ہے۔

اُصول طریقت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے۔ کہ اصول طریقت پانچ ہیں۔ صومِ روز۔ قیامِ شب۔ اخلاصِ عمل رعایتِ تمام در اعمال۔ توکل بخدا۔

حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اُصول سات ہیں۔
(۱) قرآن کو مضبوط پکڑنا۔ (۲) اقتدائے سنت (۳) اکل حلال (۴) خلق کو آرام پہنچانا اور ایذا نہ دینا۔ (۵) گناہوں سے بچنا۔ (۶) توبہ۔ (۷) ادائے حقوق ظاہر۔

صوفیہ کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ صحت عمل کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے یعنی عمل بغیر علم کے کمزور ہوتا ہے۔ اور علم بغیر عمل کے بے سود ہے اور علم با عمل ہی صراط مستقیم ہے۔ اسی کا قرآن کریم اور احادیث میں بار بار ذکر آیا ہے۔

سلاسل صوفیہ

صوفیائے کرام کے متعدد سلسلے ہیں۔ اور سب کا ربط آنحضرتؐ تک صحیح اور ثابت ہے اور سب وصول الی اللہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ چند مشہور سلسلوں کا حال بالاختصار درج ذیل ہے۔

۱۔ **سلسلہ چشتیہ**۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ کے ذریعہ سے ہندوستان میں رائج ہے۔ آپ ہی کے سلسلہ میں حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی۔ اور حضرت علاء الدین صابر کلیری ہیں۔ خواجہ اجمیریؒ کا سلسلہ چشتیہ کہلاتا ہے اور حضرت محبوب الٰہی سے جو سلسلہ ہے وہ چشتیہ نظامیہ اور صابرؒ صاحب سے چشتیہ صابریہ رائج ہوا ہے۔ اس میں ذکر الٰہی۔ ذکر جہر۔ ذکر خفی (جو بذریعہ حبس دم بھی کیا جاتا ہے) مراقبہ اور روزے کے ذریعہ سے روحانیت میں ترقی کیجاتی ہے۔

۲۔ **سلسلۂ نقشبندیہ**۔ کی نسبت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے اس میں ذکر خفی۔ مراقبہ اور حبس دم کی تعلیم ہے۔ طریقہ بالا کے یازدہ کلمہ حسب ذیل ہیں:-

بازگشت۔ نگاہداشت۔ یادداشت۔ ہوش دردم۔ سفر در وطن نظر بر قدم۔ خلوت در انجمن۔ وقوف قلبی۔ وقوف زمانی۔ وقوف عددی۔ یہ اصول ہیں اور ان کے ذریعہ سے وصال الٰہی حاصل ہوتا ہے

۳۔ **سلسلۂ قادریہ**۔ یہ سلسلہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب ہے۔ اس میں ذکر اور ہر ماہ میں تین روزے رکھنے

کا حکم ہے۔ یہ سلسلہ بلاد شام و عرب میں بہت رائج ہے۔
۱۴۔ سلسلۂ سہروردیہ۔ کی نسبت شیخ شہاب الدین سہروردی
سے ہے۔ اُنھوں نے حضرت جنید سے یہ طریقہ حاصل کیا تھا۔
ان کے علاوہ مندرجہ بالا سلسلوں کی شاخیں اور مستقل سلسلے اور
بھی ہیں مثلاً طریقہ کبرویہ۔ عیدروسیہ۔ شاذلیہ۔ نظامیہ۔ شطاریہ
سنوسیہ۔ مداریہ وغیرہ۔

منازل فقر

اہل سلوک نے فقر کی مختلف منزلیں بتائی ہیں
جن میں سے مشہور حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ منزل اول طلب ہے یعنی طالب میں طلب صادق پیدا کیجاتی ہے
۲۔ منزل دوم عشق ہے۔ یعنی خدا کا عشق مختلف طریقوں
سے پیدا کیا جاتا ہے۔
۳۔ تیسری منزل عرفان ہے یعنی معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے۔
۴۔ چوتھی منزل استغنا ہے۔ یعنی انسان علائق دنیوی سے آزاد
ہوکر رنج و راحت سے اثر پذیر نہیں ہوتا۔
۵۔ پانچویں منزل رضا و توکل کی ہے۔
۶۔ چھٹی منزل فنا کی ہے۔ اس مقام کو سیر الی اللہ بھی کہتے ہیں
اس کی دو قسمیں ہیں۔ فنائے وجود طبعی۔ اور فنائے وجود روحی یعنی
انسان وہ درجہ حاصل کرتا ہے۔ کہ اشیاء عالم کو نظر سے گرا دیتا ہے۔ اور
سوائے نور حق کے اور کوئی چیز نہیں دیکھتا

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز   خوشا کسیکہ دریں راہ بے حجاب رود

۷۔ ساتویں منزل بقا کی ہے۔ اسے سیر فی اللہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی غیر بالکل جاتا رہے۔ تو فانی ذات و صفات بدل جاتی ہیں وجود باقی سے اسی مقام کے لئے فرمایا گیا ہے کہ بی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی یمشی و بی یعقل) مجھی سے سنتا ہے۔ مجھی سے دیکھتا ہے۔ مجھی سے پکڑتا ہے۔ مجھی سے چلتا ہے اور مجھی سے سمجھتا ہے) اسی منزل میں شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے صدائے لَیْسَ فِی جُبَّتِی سِوَی اللہ بلند کی تھی۔ اور سبحانی ما اعظم شانی فرمایا تھا۔ جو لوگ جانتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ ؎

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا   درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

یعنی

دل ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر   ہم اُس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

یا

قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن   ہم کو منظور تنک ظرفی منصور نہیں

ارباب نظر و اصحاب تحقیق سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں
علمائے کرام و مشائخ عظام کے حالات کتب تواریخ میں تفصیل کے ساتھ
موجود نہیں ہیں۔ جستہ جستہ حالات مختلف کتابوں میں ملتے ہیں جن سے
موجودہ اصول سیرت نگاری کے ماتحت نہ تو پوری معلومات حاصل ہوتی ہے
اور نہ اُن معلومات سے مکمل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اس دقت کو پیش
نظر رکھ کر ہم نے یہ طے کیا ہے کہ پہلے سیر الاقطاب میں جو حالات و ملفوظات
حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے درج ہیں اُن کو اردو زبان میں منتقل کر دیا جائے
اور اُس کے بعد بالاجمال حضرات خواجگان چشت کی تعلیم کو پیش کیا جائے
تاکہ عوام و خواص دونوں بہرہ یاب ہوں۔

سیر الاقطاب

کتاب سیر الاقطاب کے مصنف الہ دیا بن شیخ عبد الرحیم بن شیخ انبیا
حلیم چشتی العثمانی ہیں۔ انہوں نے عہد قطب الاقطاب حضرت شاہ اعلیٰ
ابن حضرت شیخ نظام العثمانی الچشتی الکاذردی البیانیؒ کے زمانہ میں
۱۰۳۶ھ میں اس کتاب کو تصنیف فرمایا اور حضرت شاہ اعلیٰؒ کے زمانہ
تک جتنے بزرگان سلسلۂ چشتیہ تھے اُن کے حالات جمع کر دیئے۔ اور کتب
متداولہ مثل تذکرۃ الاولیا۔ سیر الاولیاء اور نفحات الانس وغیرہ سے
بھی کافی مدد لی۔ یہ زمانہ خلیفہ سلطان مراد رابع بن احمد کا تھا۔ دولت
اندلسیہ مٹ چکی تھی۔ خود سلطان ٹرکی اور شاہ ایران میں جنگ جاری تھی

اور مسلمانوں کا خون ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ سلطان نے ایک فوج کی خود قیادت کی اور پچاس ہزار ایرانیوں کو قتل کر کے ایک ہزار ایرانیوں کو قید کر لیا تھا۔ ہندوستان میں نور الدین جہانگیر ابن اکبر کی سلطنت کا آخری زمانہ تھا۔ دنیا میں اس سے زبردست بادشاہ اُسوقت کوئی نہ تھا۔ انگریزوں کی آمد اسی زمانہ میں شروع ہوئی تھی۔ اسی زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کو قلعہ گوالیار میں تین سال تک قید رکھا گیا تھا اور جرم یہ تھا کہ حضرت شیخ نے جہانگیر کی خلاف شرع تعظیم نہ کی جو مثل سجدہ کے عام طور پر اکبر نے دربار میں جاری کر رکھی تھی۔ اگرچہ اس تعزیر کا ذمہ دار جہانگیر تھا لیکن یہ رسم خود اُس نے جاری نہیں کی تھی۔ بذاتہ وہ نہایت عادل تھا۔ حتیٰ کہ علاوہ اپنی محبوبہ نورجہاں کو تعزیر کرنے کے اُس نے اپنے بھانجہ سیف الدین کو جسے بچپن سے پالا تھا۔ اور بہت محبوب رکھتا تھا۔ ہاتھی کے پیروں میں روندوا ڈالا۔ واقعہ یہ ہوا تھا۔ کہ جس ہاتھی پر سیف الدین سوار تھا اُس سے ایک بچہ دب کر مر گیا تھا۔

خوش قسمتی سے اس کتاب کا ایک صحیح اور قلمی نسخہ قصبہ مانکپور ضلع پرتاب گڈھ اودھ میں جناب شاہ سعید الدین احمد صاحب حسامی فریدی مانکپوری کے کتابخانہ میں ملگیا ہے اور اسی سے جملہ حالات حضرت خواجہ اجمیریؒ منقول ہیں۔

سلسلۂ خواجگان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین

۱۔ سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

۳۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز

۴۔ قطب المشائخین حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہ العزیز

۵۔ قطب الواصلین 〃 فضیل بن عیاض 〃 〃

۶۔ قطب العالمین 〃 سلطان ابراہیم ادھم 〃 〃

۷۔ قطب المحققین 〃 خواجہ حذیفة المرعشی 〃 〃

۸۔ قطب المجتہدین 〃 ہبیرة البصری 〃 〃

۹۔ قطب الکاملین 〃 علو ممشاد دینوری 〃 〃

۱۰۔ قطب المسلمین 〃 ابو اسحاق شامی 〃 〃

۱۱۔ قطب المتقین 〃 ابو احمد چشتی 〃 〃

۱۲۔ قطب الصدیقین 〃 ابو محمد چشتی 〃 〃

۱۳۔ قطب العارفین ناصر الدین حضرت خواجہ ابو یوسف 〃 〃

۱۴۔ قطب العابدین افتخار المسلمین حضرت خواجہ مودود چشتی 〃 〃

۱۵۔ قطب الزاہدین حضرت خواجہ شریف زندنی 〃 〃

۱۶۔ قطب السالکین حضرت خواجہ عثمان ہارونی 〃 〃

۱۷۔ قطب المقربین غوث الاعظم حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری 〃 〃

۱۸۔ قطب الشاہدین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی 〃 〃

۱۹۔ قطب الموحدین حضرت خواجہ فرید الدین مسعود بن سلیمان اجودھنی 〃

۲۰۔ قطب الاخیارین شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ علاء الدین علی احمد صابر 〃

۲۱ - قطب المعظمین زبدہ ال طٰہٰ ویسین حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہ العزیز
اس کے بعد بزرگان پانی پت کا سلسلہ ہے جو حضرت شاہ اعلیٰ قدس سرہ پر ختم ہوتا ہے

خلفاء حضرت عثمان ہارونی قدس سرہٗ

منقول ہے کہ آپ کے چار خلیفہ تھے ۔ خواجہ معین الدین حسن سنجری شیخ نجم الدین صغری ۔ شیخ سعدی لنکوجی ۔ شیخ محمد ترک رحمۃ اللہ علیہم ان میں سے قطب الاقطاب فی الدوران ۔ حجت الاولیاء فی الزمان ۔ صاحب اسرار مہبط انوار ۔ قدوہ ارباب دین ۔ پیشوائے اہل الیقین ۔ عالی درجات ملکی صفات امام الشریعت والطریقت ۔ مخزن معرفت و حقیقت ۔ وارث انبیاء والمرسلین حضرت غوث الاعظم قطب المقربین حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز تھے ۔ آپ کرامت و ریاضت میں مشہور اور جمیع اوضاع و اوصاف کمال میں موصوف تھے ۔ اور شان عظیم اور مرتبہ بلند رکھتے تھے ۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آپ صحیح النسب سید تھے ۔ اور فقر و ارادت کا خرقہ قطب السالکین حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے پہنا تھا ۔ آپ کے قدموں کی برکت سے ہندوستان میں طریقہ اسلام ظاہر ہوا ۔ اور زمانہ سے کفر و شرک کی سیاہی دور ہوئی ۔ اسی وجہ سے آپ کو ہند ولی کہتے ہیں ۔ ستر سال تک (سوائے ضرورت فطری کے) آپ نے وضو نہ توڑا ۔ اور جس پر مہربانی کی نظر کی اُسے ایک لمحہ میں خدا تک پہنچا دیا ۔ اور جو فاسق کہ حضور پر نور میں آیا ۔ اُس نے گناہوں سے توبہ کی ۔ آپ اکثر استغراق و محویت

کے عالم میں رہتے تھے۔ اور نماز کے وقت آنکھیں کھولتے تھے۔ اور جس پر نظر کرتے تھے۔ ولی کامل ہو جاتا تھا۔ اور جو شخص تین روز آپ کی خدمت میں رہتا تھا وہ صاحب کشف و کرامت ہو جاتا تھا۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ صاحب سماع بھی تھے یعنی گانا سنتے تھے۔ ہر روز ایک ختم۔ اور ہر شب ایک ختم قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ جب آپ ختم کرتے تھے تو غیب سے آواز آتی تھی کہ اے معین الدین تیرا ختم قبول کرتا ہوں

محفل سماع

سماع کا بہت ذوق تھا۔ اور گانا سُن کر آپ بیخود ہو جاتے تھے اور جو شخص آپ کی صحبت میں آتا وہ صاحب سماع ہو جاتا۔ آپ کی مجلس میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ۔ شیخ محمد کرمانیؒ اور مولانا بہاء الدین بخاریؒ وغیرہم شریک ہوتے تھے۔ آپ قوالوں کا گانا اکثر سنا کرتے تھے اور اُس زمانہ کے کسی عالم یا فقیہ نے آپ کے سماع کا انکار نہیں کیا۔ اور کوئی سمجھدار شخص کس طرح ایک ایسے فعل پر اعتراض کر سکتا ہے جس سے نہ صرف روح کو فرحت۔ قلب کو مسرت اور دماغ کو سکون حاصل ہوتا ہے بلکہ ہندوستان میں اہل ہنود کو اپنی طرف کھینچنے کا بھی یہی ذریعہ ہے۔

صوم نہار و قیام لیل

آپ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو نماز میں کھڑے رہا کرتے تھے

صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے۔ اور ہر شام کو پانچ مثقال خشک روٹی پانی میں تر کر کے روزہ افطار کرتے تھے۔

لباس

آپ جامہ دو تائی بخیہ زدہ پہنتے تھے۔ یعنی دو چادروں میں بخیہ کر کے بطور کفنی کے پہن لیتے تھے۔ اور جب پھٹ جاتا تھا تو چیتھڑوں کو پاک کر کے اُس پر پیوند لگاتے تھے۔

نسب

منقول ہے کہ آپ سادات سنجرستاں سے ہیں۔ اور بارہویں واسطہ سے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ تک آپ کا سلسلہ نسب پہنچتا ہے۔ آپ کے والد خواجہ غیاث الدین حسنی الحسینی تھے جو عراق میں مدفون ہیں اور نہایت نیک اور پرہیزگار تھے۔ آپ تین بھائی تھے۔ آپ اصفہان میں (اور بقول بعض سنجرستان میں) بروز دوشنبہ ۴ رجب ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور نشو و نما خراسان میں پائی۔ جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ کے پدر بزرگوار نے وفات پائی اور ایک باغ ترکہ میں چھوڑا۔ اسی باغ سے گزر اوقات ہوتی تھی اور اسی میں آپ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

ابراہیم قندزی مجذوبؒ

ایک مجذوب ابراہیم قندزی نام ایک دن اُس باغ کے قریب سے گزرے

حضرت خواجہ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے استقبال میں جلدی کی اور ہاتھ چومنے کے بعد اپنے باغ میں لائے۔ اور ایک طباق انگور پیش کیا۔ مجذوب صاحب نے ایک کھلی کا ٹکڑا بغل سے نکالا اور آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ آپ نے اُسے کھا لیا۔ اُسی وقت سے حضرت خواجہ کی دوسری حالت ہوگئی۔ روز بروز خدا کی محبت کا جوش بڑھنے لگا اور دنیا اور دنیوی کاموں سے دل سرد ہو گیا۔ جو کچھ ملکیت تھی وہ فقیروں کو دے کر خراسان کی طرف روانہ ہو گئے۔

تحصیل علم

خراسان میں علوم کو حاصل کیا۔ اور قرآن بھی حفظ کیا۔ وہاں سے سمرقند گئے جب وہاں بھی دل کو چین نہ ملا تو عراق کی طرف توجہ کی۔ وہاں سے عرب گئے۔ اور وہاں سے قصبہ ہاروان میں آئے۔ اس کے بعد بغداد پہنچے اور شرف ملاقات قطب السالکین حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ حاصل کیا۔

بیعت

اُس روز اکثر بڑے بڑے بزرگ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی مجلس گرامی میں حاضر تھے۔ حکم ہوا کہ اے معین الدین نیا وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ آپ حکم بجا لائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ قبلہ کی طرف منہ کرکے بیٹھو۔ آپ بیٹھ گئے فرمایا کہ سورۂ بقر پڑھو۔ آپ نے یہ سورۃ پڑھی۔ پھر حکم ہوا کہ اکیس دفعہ درود پڑھو۔ آپ نے درود پڑھی اسکے بعد خواجہ عثمانی ہارونیؒ نے خواجہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اے معین الدین تجھے میں نے خدائے عزوجل تک پہنچا دیا اور خدا کا مقبول کرا دیا۔

اس کے بعد سر مبارک پر قینچی چلائی اور کلاہ چہار ترکی (چار گوشہ کی ٹوپی) اور گلیم مرحمت کی۔ پھر فرمایا کہ ایک دن رات مجاہدہ کرو۔ اور ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھو۔ جب یہ کر چکے تو خواجہ عثمان کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ سر اوپر کرو۔ آپ نے سر اوپر کیا۔ پوچھا کہ کیا دیکھتے ہو۔ عرض کیا کہ آسمان سے زمین کے نیچے تک نظر آتا ہے۔ حکم ہوا کہ ہزار بار پھر سورۂ اخلاص پڑھو آپ نے پڑھا۔ حکم ہوا کہ اوپر دیکھو۔ آپ نے دیکھ کر التماس کیا کہ حجاب عظمت تک نظر آتا ہے۔ حکم ہوا کہ آنکھیں بند کرو۔ پھر کھولو۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پوچھا کہ کیا دیکھتے ہو۔ آپ نے کہا کہ ۱۸ ہزار عالم دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اے معین الدین تیرا کام پورا ہوا۔ ایک اینٹ سامنے پڑی تھی فرمایا کہ اسے کھودو۔ کھودنے پر سونے کی اینٹ نکلی۔ فرمایا کہ اسے درویشوں پر تقسیم کرو۔ آپ نے تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد بیس سال تک اپنے پیر کی خدمت میں رہے۔ اور سفر و حضر میں ہمراہ رہے۔ جہاں کہیں وہ سفر کرتے تھے۔ اُنکا جامہ خواب خود اٹھا کر ساتھ چلتے تھے۔ اور بہت خدمت کرتے تھے۔

مکہ معظمہ میں دعا

نقل ہے کہ جب آپ اپنے پیر کے ساتھ مکہ معظمہ گئے تو آپکے پیر نے کعبہ کے ناؔبدان کے نیچے کھڑے ہو کر آپ کیلئے دعائیں کیں۔ آواز آئی کہ معین الدین ہمارا دوست ہے۔ اسے ہم نے قبول کیا اور برگزیدہ کیا۔ اس کے بعد روضہ منورہ حضرت سرور کائنات صلعم پر گئے۔ فرمایا کہ معین سلام کرو۔ آپنے سلام کیا۔ آواز آئی

وعلیکم السلام یا قطب المشائخ - اسکے بعد بغداد آئے - آپکے مرشد اعتکاف میں بیٹھ گئے - اور اس کے بعد حضرت خواجہؒ کو رخصت کیا - اور جو نعمت خواجگان سے ملی تھی وہ مرحمت فرمائی -

تعلیم بعد خلافت

جب آپ کو خرقہ خلافت ملا تو رخصت ملی - پھر سنجان میں شیخ نجم الدین کبری کے ساتھ ہنگامہ صحبت گرم کیا اور ڈھائی مہینے وہاں قیام فرمایا - پھر جیلان میں غوث الاعظم حضرت میر سید محی الدین شاہ عبدالقادرؒ سے بزم موانست رہی - اسکے بعد بغداد شیخ ضیاالدینؒ کی صحبت میں کچھ دن رہے - آپ شیخ شہاب الدینؒ کے پیر اور سلسلہ سہروردیہ کے سرگروہ ہیں - پھر ہمدان میں شیخ یوسف ہمدانیؒ اور صفاہان میں شیخ محمودؒ اصفہانی سے ہم صحبت رہے - تبریز میں شیخ ابوسعیدؒ پیر شیخ جلال الدینؒ سے اور استرآباد میں شیخ ناصر الدینؒ سے اور غزنی میں شمس العارفین شیخ الواحد پیر نظام الدینؒ ابوالموید سے فیض صحبت حاصل کیا - پھر ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں ۲ مہینے حضرت شیخ الہجویریؒ کے مزار پر معتکف ہوئے -

مژدۂ بخشش

ایک روز حرم کعبہ میں آپ عبادت میں مشغول تھے - ندا آئی کہ اے معین الدین ہم تجھ سے خوش ہیں - تجھے بخش دیا - اب جو مانگنا ہو مانگ - آپ نے کہا کہ الٰہی میرے مریدوں کو اور ان مریدوں کو جو میرے شجرہ تک پہنچیں بخش دے - فرمان ہوا

کہ قیامت تک جو تیرے سلسلہ میں ہوگا اُسے بخش دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

لنگر خانہ

غریب نواز کے مطبخ میں روزانہ اتنا کھانا پکتا تھا کہ فقراء و غرباء و مساکین شہر سیر ہو کر کھاتے تھے۔ جو خادم اس خدمت پر تھا وہ روزانہ حاضر ہوتا تھا اور حضرت خواجہ صاحب اپنی جانماز کا کونہ اُٹھا دیتے تھے اور اتنا روپیہ وہاں سے نکلتا تھا جو تمام خرچ کو کافی ہوتا تھا۔

ملاقات حضرت غوث الاعظم جیلانیؒ

نقل ہے کہ خواجہ غریب نواز نے دو دفعہ حضرت غوث الثقلین سید محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ سے ملاقات فرمائی۔ ایک تو ابتدائے حال میں ملاقات ہوئی۔ اُس وقت حضرت غوث پاک نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص زمانہ بھر کے بزرگوں کا پیشوا ہوگا۔ اور آپ کے لئے دعا کی۔ دوبارہ جیلان میں ملاقات ہوئی۔ اور یہ قصبہ کوہ جودی کے دامن میں واقع ہے۔

ہندوستان میں آنا

جب آپ کو اپنے پیر روشن ضمیر سے پوری نعمت مل چکی اور آپ نے سفر شروع کیا تو آپ کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ جہاں جاتے قبرستان میں سکونت فرماتے اور جہاں کہیں شہرت ہو جاتی وہاں سے خفیہ روانہ ہو جاتے بعد چند

روز کے خانہ کعبہ پہنچے۔ پھر وہاں سے مدینہ گئے اور روضہ مبارک کی زیارت کی
ایک روز ندا آئی کہ معین الدین کو طلب کرو۔ خادم نے معین الدین نام لیکر
پکارا۔ اس نام کے کئی شخص تھے انھوں نے لبیک کہی۔ پھر آواز آئی کہ
معین الدین چشتی کو بلاؤ۔ اُس وقت خواجہ غریب نواز پر عجیب حالت طاری
ہوگئی۔ آپ گریاں و نالاں و صلواۃ گویاں روضہ منورہ کے قریب آکر کھڑے
ہوگئے۔ ندا آئی کہ اے قطب المشائخ اندر آؤ۔ آپ مدہوشانہ اندر گئے اور
جمال جہاں آرا سرور انبیاؐ کا دیکھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے معین الدین
تو معین ہمارا دین ہے۔ تجھ کو ہندوستان جانا چاہیئے۔ وہاں ایک مقام
اجمیر نام کا ہے۔ وہاں میرا فرزند سید حسینؒ نامی بہ نیت جہاد گیا تھا۔ وہ
شہید ہوگیا ہے اور پھر وہ مقام کفار نے لے لیا ہے۔ تمھارے جانے کی
برکت سے اُس ملک میں اسلام قوی ہو جائیگا۔ اور کفار مقہور ہونگے۔ پھر
رسول خداؐ نے ایک انار خواجہؒ کو دیا اور فرمایا کہ اس انار میں دیکھو کہ
کہاں جانا ہے۔ حضرت خواجہ نے اس انار میں دیکھا تو شرق سے غرب تک
سب صاف نظر آیا۔ اور شہر اجمیر اور اُس کے پہاڑ بوجہ احسن حضرت خواجہ
کو دکھائی دیئے۔ پس آپ نے فاتحہ پڑھا اور اُس درگاہ سے ہمت طلب
کرکے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کل چالیس مرد آپکے ساتھ تھے۔

چند روز کے بعد آپ ہندوستان پہنچے۔ راجہ اجمیر کو نجومیوں نے خبر دی
تھی۔ اسلئے اُس نے چالاک آدمیوں کو ملک میں ہر جگہ متعین کردیا تھا کہ اگر
اس قیافہ کا درویش راستہ سے گزرے تو اُسے مار ڈالیں۔ لیکن آپ علانیہ

معہ چالیس ہمراہیوں کے گزر گئے اور کسی کو آپ پر قدرت نہوئی حتی کہ آپ اجمیر پہنچ گئے۔ اور شہر کے باہر ایک درخت کے نیچے تکیہ کیا۔

جس میدان میں آپ نے قیام فرمایا تھا اُس میں راجہ اجمیر کے اونٹ بیٹھتے تھے۔ یہ راجا پتھورا کا بیٹا تھا اور مہاراجہ مشہور تھا۔ ناگاہ ساربان آیا اور کہا کہ اے فقیرو یہاں مہاراجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ اور سختی سے پیش آیا۔ حضرت خواجہ کو اسکی ادا پسند نہ آئی۔ اس جگہ سے اُٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ ہم تو اُٹھے جاتے ہیں لیکن تیرے اونٹ بیٹھے ہی رہیں گے اور حوض آنا ساگر پر چلے آئے۔ یہ مقام نہایت باصفا اور دلکش تھا۔ حضرت خواجہ کو پسند آیا۔ اس جگہ بیٹھے اور عبادت میں مشغول ہوئے۔ القصہ اونٹ آئے اور وہاں بیٹھے۔ صبح کو ساربانوں نے ہر چند اُٹھانا چاہا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انکے سینے زمین میں چپک گئے ہیں وہ نہ اُٹھ سکے۔

جب حضرت قطب المقربین نے آنا ساگر پر سکونت فرمائی تو کسی شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ وہی مقام ہے جہاں میر سید حسین خنگ سوار نے قیام فرمایا تھا۔ جبکہ وہ اس ملک کو فتح کرنے کے لئے آئے تھے۔ اور اس حوض کو بھی اُنھوں نے ہی بنوایا تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ الحمد للہ اپنے بھائی کی ملک پر متصرف ہوا ہوں۔ اُسوقت اس حوض کے چاروں طرف بہت سے مندر تھے۔ جب حضرت خواجہ نے دیکھا تو فرمایا کہ انشاالله بہت جلد ان بتخانوں کو گرا دونگا۔

اُن بتخانوں میں ایک بتخانہ تھا جس میں مہاراجہ اور سب کافر پوجا کرتے

تھے۔ اور اُس کے پھول اور تیل کے خرچ کے لئے گاؤں اور پرگنے مقرر تھے لیکن جب حضرت خواجہ نے وہاں قیام کیا تو ہر روز خادم ایک گاؤ خرید کر کے لاتے تھے اور ذبح کر کے کھاتے تھے جب اس کی خبر کافروں کو ہوئی تو نہایت ہی غصہ میں آئے۔ اور کہا کہ ہم سب جمع ہو کے جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو اس ملک سے نکال دیں۔ آخرالامر ہر شخص ہتھیار۔ لکڑی۔ پتھر اور گوپھن لیکر روانہ ہوا۔ اور حضرت خواجہ کو گھیر کر نقصان پہنچانا چاہا۔ آپ اُسوقت نماز میں تھے۔ خادموں نے آپ تک خبر پہنچائی۔ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر ایک مٹھی خاک اُٹھائی اور اُس پر آیت الکرسی پڑھ اُنکی طرف پھینکی جس پر خاک پڑی اُسکا جسم خشک ہو گیا اور باقی آدمی بھاگ گئے۔ اور بتخانہ میں پناہ لی۔

القصہ اُنھوں نے بتخانہ کے بڑے پجاری سے یہ قصہ کہا۔ اُس نے کہا کہ یہ درویش اپنے دین میں بہت بزرگ اور صاحب کمال ہے اس سے ہم سوائے سحر۔ جادو اور افسوں کے نہیں جیت سکتے۔ پھر اُس نے ان سب کو جادو سکھایا۔ پھر خود اُن کا پیشوا بن کے حضرت خواجہ کے جائے قیام کی طرف آیا اور سب نے جادو پڑھنا شروع کیا۔ حضرت نے یہ حال سنکر فرمایا کہ ان کا جادو جھوٹا ثابت ہوگا۔ اور ان کا پیشوا مسلمان ہو جائیگا یہ فرمایا اور نماز شروع کر دی۔ جب وہ بدنصیب قریب تر آئے اور اُنکی نظر حضرت خواجہ پر پڑی تو جو جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ نہ زبان میں بولنے کی قوت رہی نہ پیروں میں چلنے کی طاقت جب حضرت خواجہ نے نماز سے

فراغت حاصل کی اور اپنا روئے مبارک کافروں کیطرف کیا۔ اور اُنکے پیشوا نے جمال مبارک کو دیکھا تو مانند بید کے لرزنے لگا۔ ہرچند چاہا کہ رام رام کہے لیکن رحیم رحیم زبان سے نکلنے لگا۔ کافروں نے یہ دیکھ کر اُسے سمجھایا لیکن اُس نے جھنجھلا کر انھیں لکڑی پتھر سے مارنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ بعض مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ حضرت خواجہؒ نے اُسکے تردد و تلاش پر آفرین کہی۔ اور ایک پیالہ میں پانی اپنے ہاتھ سے لیکر خادم کو دیا کہ پجاری کو دے۔ پجاری نے فوراً اُس پیالہ کو پی لیا اور پیتے ہی کفر کا اندھیرا اُسکے دل سے دور ہوگیا۔ اور حضرت خواجہ کے پیروں پر گرا اور مسلمان ہوگیا۔ اور کہا کہ آپ کا جمال جہاں آرا دیکھ کر میں بہت شاد ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم بھی تیرا نام شادی دیو رکھتے ہیں

آخر الامر جب وہ کافر شکست کھا کر بھاگے تو راجہ سے سب حال بتایا۔ اُس نے کہا کہ ہرگز ان فقیروں سے بے ادبی نہ کرنا۔ اسی وقت ساربان نے اونٹوں کا قصہ بیان کیا کہ جس وقت سے درویش نے کہا ہے کہ اونٹ نہ اٹھینگے اسوقت سے وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مہاراجہ نے کہا کہ جاؤ درویش کی خوشامد کرو۔ ساربان گیا اور اُس نے سر زمین پر رکھا اور بہت آہ و زاری کی تو حضرت نے فرمایا کہ جا تیرے اونٹ کھڑے ہوگئے ہیں۔ اور ہوا بھی یہی کہ اونٹ کھڑے ہوگئے۔ اس واقعہ کی مہاراجہ کو خبر ہوئی تو وہ بہت زیادہ تعجب میں پڑ گیا۔

جوگی اجیپال

اجمیر کے قریب ایک جوگی اجیپال نامی رہا کرتا تھا۔ اور تمام ہندوستان

میں سحر و طلسم و جادوگری میں اپنے برابر کوئی دوسرا نہ رکھتا تھا۔ اُس کے ڈیڑھ ہزار چیلے تھے۔ جن میں سے سات سو چیلے افسونگر تھے۔ اور باقی اپنے فن میں کامل تھے۔ مہاراجہ نے اُس جوگی کو طلب کرکے یہ قصہ بیان کیا اور بہت منت کی کہ خواجہؒ سے بدلہ لے۔ جوگی نے بہت دلاسا دیا۔ اور اپنے فن پر بہت فخر کیا۔ دوسرے روز راجہ معہ اجیپال اور چیلوں کے اور بہت سی فوج ساتھ لے کر حضرت قطب المقربین کی طرف روانہ ہوا۔ اور اجیپال جوگی ہرن کی کھال پر بیٹھ کر ہوا میں روانہ ہوا۔ راستہ میں جہاں کہیں راجہ کو آپ کی طرف سے کوئی بُرا خیال پیدا ہوتا تھا تو وہ اندھا ہو جاتا تھا اور جب اس کی خبر اجیپال کو ہوتی تھی تو وہ راجا کی آنکھوں کو روشن کر دیتا تھا۔ حتیٰ کہ یہ واقعہ سات دفعہ ہوا۔

جب حضرت خواجہ کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے مکمل وضو کیا۔ اور اپنے گرد ایک حلقہ کھینچا اور اپنے ساتھیوں کو ہمت دلائی۔ کفار نزدیک آئے اور حلقہ میں ہر چند جانا چاہا لیکن نہ جا سکے۔ شادی دیو کو دیکھا کہ ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا ہے۔ کفار نے آہ و زاری سے کہا کہ اے دیو ہم نے برسوں تیری خدمت کی اور بہت روپیہ خرچ کیا کہ تو ہمارے کام آویگا۔ لیکن تو چلا گیا اور ایک مسلمان کا غلام ہو گیا۔ جب ان ناپاکوں نے بہت شور مچایا تو حضرت قطب المقربین نے ان سے کہا کہ اے گمراہو

کیا چاہتے ہو کہ تم سب نیست و نابود کر دیئے جاؤ۔ اُنھوں نے کہا
کہ ہم نے برسوں اس دیو کی پرستش کی لیکن وہ تمھارے افسوں کی
وجہ سے ہم سے پھر گیا اور ہر چند ہم عاجزی کرتے ہیں لیکن وہ ہماری
طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے شادی اُس نے فوراً جواب
دیا کہ میں حاضر ہوں۔ حضرت خواجہ نے ایک پیالہ اُٹھا کر اس کو دیا
اور کہا کہ اس پیالہ کو آنا ساگر کے حوض سے بھر لاؤ اور بھرنے کے
وقت اسم یا بدوح پڑھو۔ شادی نے خدا کا نام لیا اور یا بدوح
کہہ کر پیالہ پانی سے بھرنا چاہا۔ خدا کی قدرت سے پورے حوض کا پانی
اُس پیالہ میں آ گیا۔ شادی اُس پیالہ کو حضرت خواجہ کے پاس لایا
اور کھڑا ہو گیا۔ اُس حوض میں جو جانور تھے پانی نہ ہونے کی وجہ سے مرنے کے
قریب پہنچ گئے۔ اجیپال نے جو یہ حالت دیکھی تو کہا۔ یہ کیسی خدا ترسی
اور فقیری ہے کہ اتنے جانداروں کو مار ڈالا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر تجھ سے
ہو سکے تو اس پیالہ کو اٹھا کر اس حوض میں ڈالدے۔ اجے پال نے
ہر چند کوشش کی لیکن وہ پیالہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ وہ شرمندہ ہو کر
کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا یہ تیرا سحر و افسوں نہیں ہے۔ یہ کہہ کر
اُس پیالہ کو اپنے ہاتھ سے اُٹھایا اور اُس حوض میں ڈالدیا۔ حتیٰ کہ پورا
حوض بھر گیا۔ کافروں نے جب یہ حال دیکھا تو اور زیادہ جادوگری
میں کوشش کی یہانتک کہ پہاڑوں سے لاکھوں سانپ حضرت خواجہ
کی طرف چل نکلے لیکن جب وہ دائرہ کے قریب پہنچے تو وہیں رہ گئے۔

حضرت خواجہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان سانپوں کو بلا خوف پکڑ پکڑ کر پہاڑ کی طرف پھینکو۔ انھوں نے پھینکنا شروع کیا۔ جہاں وہ سانپ گرتے تھے وہاں درخت پیدا ہو جاتے تھے اور ان سے آگ برسنے لگتی تھی لیکن کوئی چنگاری دائرہ کے اندر نہیں گرتی تھی۔ اسیطرح ہر اُس جادو کو جو وہ جادوگر کرتے تھے۔ انکی طرف لوٹا دیا جاتا تھا۔ اور انھیں تباہ کرتا تھا حتی کہ وہ سب کافر عاجز ہو گئے۔ اور اجیپال نے سامنے آ کر کہا کہ اے مرد خدا میرا نام اجے پال ہے اور مجھ سے مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ دیدہ دانستہ مصیبت میں خود کو نہ ڈالو ورنہ ابھی آسمان پر جا کر اتنی بلائیں آپ کے سر پر برساؤں گا کہ آپ اُن کا علاج نہ کر سکیں گے۔ حضرت نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ سنتے ہو کہ کیسی اپنی تعریف کرتا ہے اور دھمکاتا ہے جس طرح کہ کتے جتنے کمزور ہوتے ہیں اتنی ہی زیادہ بھونکتے ہیں۔ حضرت خواجہ مسکرائے اور فرمایا کہ اے کافر وہی مثل ہے کہ

تو کار زمیں را نکو ساختی کہ با آسماں نیز پرداختی

اجے پال بہت شرمندہ ہوا اور سانپ کی طرح بل کھانے لگا۔ ہرن کی کھال کو آسمان کی طرف پھینکا اور اس پر کود کر بیٹھ گیا۔ وہ کھال آسمان کی طرف اُڑی یہانتک کہ غائب ہو گئی۔ اسوقت حضرت نے جوتیوں سے کہا کہ جاؤ اور اس کافر کو اتنا مارو کہ زمین تک پہونچ جائے اسکے بعد ایک یار کیطرف اشارہ کیا کہ ان جوتیوں کو اس کافر کی طرف پھینکدو وہ حکم بجا لایا۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ جوتیاں ہوا پر گئیں اور اجیپال کے

سر پر پہنچکر کبھی منہ اور کبھی سر پر پڑنے لگیں اور مار مار کر اُسکو زمین پر لے آئیں جب اجے پال زمین پر آیا تو اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور اپنا سر حضرت خواجہ کے قدموں پر ڈالدیا۔ آپنے تھوڑا سا پانی اُسے دیا اور اُس نے فوراً پی لیا اور جو شرک و گمراہی اسکے دل میں تھی جاتی رہی۔ اس نے سچے دل سے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے اُسے طلب کیا اور اپنا ہاتھ اُسکے سر پر رکھ کر فرمایا کہ اے اجیپال جو کچھ آرزو رکھتا ہو بیان کر۔ اجیپال نے تعریف اور شکریہ ادا کرنیکے بعد عرض کیا کہ یا حضرت مجھے وہ مقام عنایت فرمایئے جو طالبان حق کو محنت اور ریاضت سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ مقام اسوقت حاصل ہوگا جب فقیروں کی صحبت میں رہے اور محنت اور مجاہدہ کرے اُس نے عرض کیا جو کچھ حضرت فرماتے ہیں صحیح ہے لیکن میری آرزو ہے کہ میں کچھ اُس میں سے دیکھوں۔ حضرت نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور آنکھ کھولکر اجیپال کیطرف دیکھا اور توجہ کی فوراً اجیپال کی نظر سے یہ ظاہری دنیا غائب ہوگئی اور اُس نے دیکھا کہ میں عالم باطن میں حضرت خواجہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ حضرت اُڑتے ہوئے آسمان کیطرف جارہے ہیں اور خود اجیپال انکے پیچھے پیچھے ہے۔ جس آسمان سے حضرت خواجہ گزرتے تھے۔ اجیپال پیچھے رہ جاتا تھا اور چلاتا تھا کہ یا حضرت آسمانوں کے فرشتے آپکے ساتھ نہیں آنے دیتے۔ جب حضرت خواجہ متوجہ ہوتے تھے تو آواز آتی تھی کہ معین الدین کی دوستی میں اجیپال کو بھی آنے دو۔ پس وہ لوگ چلے گئے یہانتک ایک ایسے مقام پہنچے جس میں اجیپال کو بہت زیادہ حیرت ہوئی۔ وہ مقام

عجیب صفائی اور پاکی والا تھا جسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ اس نے دیکھا کہ فرشتوں
کے گروہ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا دوست معین الدین آیا ہے۔ وہ لوگ خوش
قسمت ہیں جو اُنکے پاس آئیں اور اُنکی خدمت کریں۔ اسکے بعد حضرت قطب المقربین
نے فرمایا اے اجیپال اس سے آگے ایسی نازک اور باریک راہ ہے کہ ہم تو دا خل ہوتے
ہیں لیکن تو نہ جانے پائیگا۔ اسلئے کہ تو نے اسکی قابلیت پیدا نہیں کی ہے بہتر ہے
کہ تو یہاں سے واپس چلا جاے۔ اس نے کہا کہ بہت بہتر ہیں آپکا حکم ماننے کے
لئے تیار ہوں۔ پھر حضرت نے اس سے کہا کہ اپنی آنکھیں بند کر اور تھوڑی دیر کے
بعد حکم دیا کہ اپنی آنکھیں کھول دے۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ
جہاں حضرت خواجہ بیٹھے ہوئے تھے وہیں بیٹھے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے
اجیپال جو تیرا جی چاہتا تھا تو نے دیکھ لیا۔ اس نے عرض کیا اس سے زیادہ بہتر دیکھ
لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں۔ یہ
سنکر حضرت خواجہ نے تامل فرمایا اور مراقبہ کیا۔ خدا کا فرمان آیا کہ اے معین الدین اسکے
واسطے جو کچھ تو مانگتا ہو مانگ تاکہ تیری دعا قبول کروں۔ حضرت خواجہ نے آنکھیں
کھولیں اور دوگانہ ادا کیا اور اسکے حق میں جو کچھ دعا کی وہ قبول ہوئی پھر اجیپال
کو اپنے سامنے طلب کیا اور اپنا ہاتھ اسکے سر اور منھ پر پھیرا اور فرمایا کہ تجھے خوشخبری
دیتا ہوں کہ تو قیامت تک زندہ رہیگا لیکن آدمیوں کی نظر سے غائب رہے گا۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اجمیر کے پہاڑوں میں رہتا ہے
اور ایسی صورت میں آدمیوں سے ملاقات کرتا ہے کہ اسے کوئی نہیں پہچانتا۔ ایک
دفعہ ایک لکڑہارے سے ملا تھا اور اسے اکسیر کا تحفہ دیا تھا۔ غرضیکہ حضرت قطب المقربین

کی صحبت سے کمال کے درجہ پر پہنچ گیا اور ہر چیز سے بے پرواہ ہوگیا۔ اُسے خرقہ بھی ملا اور کہتے ہیں کہ اب تک ہر جمعرات کو حضرت خواجہ کے روضے کی زیارت کو آتا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

اسکے بعد جب راجہ اور اُسکی جماعت نے یہ حال دیکھا تو پشیمان ہوکر واپس چلے گئے پھر شادی اور اجیپال نے حضرت سے عرض کیا کہ اب شہر میں چلکر قیام کیجئے۔ تاکہ خلق کو آپ سے فائدہ پہنچے۔ آپ نے اُسے قبول کیا اور اپنے خادم محمد یادگار کو حکم دیا کہ شہر میں جاکر کوئی مناسب جگہ فقیروں کے لئے بنائے۔

حضرت خواجہ کا شہر اجمیر میں آنا

محمد یادگار شہر میں گیا اور اس جگہ کو پسند کیا جہاں اب آپکا مزار ہے۔ دراصل یہ جگہ شادی دیو کی تھی۔ حضرت خواجہ نے اس جگہ کو پسند کیا اور وہاں قیام کردیا۔ اسکے بعد کچھ آدمیوں کو راجہ کے پاس بھیجا کہ اس گمراہ سے کہو کہ جن لوگوں پر تیرا اعتقاد تھا وہ خود مسلمان ہوگئے۔ اگر اپنی بھلائی چاہتا ہے تو تو بھی خدا کے ایک ہونے کا اقرار کر اور سیدھے راستہ پر آ۔ لوگ اُس کے پاس گئے اور اُسے اسلام کی طرف بلایا اور بہت نصیحت کی لیکن کوئی فائدہ نہوا اور سیاہی کا قفل اُسکے دل پر سے نہ کھلا۔ شعر

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ ۔۔۔ بہ آب کوثر و زمزم سفید نتواں کرد

(ترجمہ) اگر کسی شخص کی قسمت کی کملی سیاہ بن دی گئی ہو تو وہ کوثر اور زمزم کے پانی سے بھی سفید نہیں ہوسکتی۔

غرضیکہ وہ لوگ واپس آئے اور حضرت سے سب حال عرض کیا۔ حضرت نے مراقبہ کے بعد آنکھ کھولی اور فرمایا کہ اگر یہ بدبخت خدا پر ایمان نہ لائے گا۔ تو

اُسے زندہ پکڑ کر لشکر اسلام کو دے دونگا۔

سلطان شہاب الدین غوری کا خواب

آخر کار وہی ہوا جو حضرت خواجہؒ نے فرمایا تھا یعنی کچھ عرصہ کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے جسے معز الدین شام بھی کہتے ہیں خراسان میں خواب دیکھا کہ گویا ہندوستان میں حضرت خواجہ کے سامنے کھڑا ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ اے شہاب الدین خدا نے ہندوستان کی بادشاہت تجھے دی ہے۔ جلد اس طرف توجہ کر اور اس بد نصیب بادشاہ کو زندہ پکڑ اور سزا دے جب سلطان شہاب الدین بیدار ہوا تو اُسے اس واقعہ سے بہت زیادہ حیرت ہوئی۔ اس نے عقلمندوں کو جمع کیا اور اُن سے پوچھا سب نے صنع اور ستائش کے بعد فتح کی خوشخبری دی۔ حتیٰ کہ اس کا دل بھی ہندوستان کی طرف مائل ہوا اور حضرت خواجہ سے ہمت طلب کر کے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور منزل طے کر کے اجمیر پہنچا اور کئی لڑائیوں کے بعد وہ بدبخت راجہ غازیوں کے ہاتھ میں زندہ گرفتار ہو گیا۔ اور سلطان نے حضرت خواجہ کی مدد سے فتح پا کر دہلی کیطرف رُخ کیا۔ جب دہلی پہنچا تو سخت لڑائی کے بعد راجہ پتھورا کو بھی گرفتار کر لیا اور ۵۸۸ھ میں تخت دہلی پر اجلاس کیا اور چار پانچ سال کے بعد خراسان کیطرف واپس ہوا

وجہ تسمیہ اجمیر

اجمیر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اجا نام ایک راجہ تھا جس کی سلطنت

غزنی تک تھی۔ اجا ہندی میں آفتاب کو کہتے ہیں اور میر پہاڑ کو کہتے ہیں۔ جب اس راجہ نے پہاڑ پر عمارت بنائی تو اُس کا نام اجمیر رکھا اور سب سے پہلے جو عمارت بلندی پر بنائی گئی وہ اجمیر ہے۔ اور سب سے پہلا حوض جو ہندوستان میں کھودا گیا وہ پھکر ہے۔

اخلاق و عادات خواجہؒ

قطب الشاہدین حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار نے فرمایا کہ میں عرصہ دراز تک اپنے پیر حضرت خواجہ کے یہاں رہا ہوں۔ آپ نے کبھی کسی شخص پر غصہ نہیں کیا ہے لیکن ایک روز آپ ایک مقام سے گزر رہے تھے اور آپکا ایک مرید شیخ علی نام ہمراہ تھا۔ اس درمیان میں ایک شخص آیا اور آپ کو پکڑ لیا اور ملامت کر کے اپنا قرض مانگنے لگا۔ حضرت نے نرمی سے کہا کہ چند روز مہلت دو میں ادا کر دوں گا لیکن ہر چند حضرت نے کہا لیکن اُس شخص ہے نہ مانا۔ آخر کار حضرت کو غصہ آگیا اور اپنے کاندھے سے چادر اتار کر زمین پر پھیلا دیا۔ خدا کی قدرت سے وہ چادر درہموں سے بھر گئی آپ نے فرمایا جو تیرا حق ہے وہ لے لے اُس شخص نے اپنا ہاتھ پھیلا کر اپنے حق سے زیادہ لینا چاہا کہ اُسکا ہاتھ خشک ہو گیا۔ اُس نے فریاد کی یا حضرت خواجہ میں نے توبہ کی اور اپنا قرض بھی معاف کیا حضرت خواجہ اُس پر مہربان ہو گئے اور دوگانہ ادا کرنیکے بعد دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور کہا کہ الہی جسطرح اس مرد نے سچائی سے توبہ کی ہے۔ اپنے کرم سے اُس کے ہاتھ کو اچھا کر دے۔ فوراً ہی اُسکا ہاتھ اچھا

ہو گیا اُس نے سر آپ کے قدم پر رکھدیا اور باقی تمام عمر آپکا خادم بنا رہا۔

ایک روز حضرت خواجہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ یا حضرت بہت دنوں سے آپکی خدمت میں حاضر ہونیکی آرزو تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ سعادت حاصل ہوئی یہی بات دوبارہ اُسنے پھر کہی۔ حضرت خواجہ نے اسکی طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا کہ اے شخص آگے آ اور اپنا وعدہ پورا کر۔ اس بات سے وہ شخص کانپنے لگا اور اپنا سر زمین پر رکھکر یوں کہنے لگا یا حضرت ایک شخص نے مجھے آپکو ہلاک کرنے کیلئے بھیجا ہے میں نے لالچ سے یہ کام کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن دل سے یہ ارادہ نہ تھا اور اپنی بغل سے چاقو نکالکر سامنے پھینکدیا۔ آپنے فرمایا کہ اے شخص کسی کے راز کو ظاہر نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سنکر وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ حکم دیجیئے تاکہ مجھے سزا دیجائے بلکہ میں مار ڈالا جاؤں تو بہتر ہے۔ آپنے فرمایا کہ اے عزیز ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جو کوئی ہمارے ساتھ بدی کرتا ہے اُتنی ہی ہم اُسکے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ تو نے خود ہمارے ساتھ بدی نہیں کی یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تیرے ساتھ بدی کریں۔ یہ کہکر اُسکا سر اُٹھایا اور اُسکے لیئے دعا کی اور کہا کہ الٰہی اس مرد کو نیکی کی ہدایت کر۔ اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ اُسکا دل نرم ہو گیا۔ وہ آپکے خادموں میں داخل ہو گیا اور ۴۵ حج کرنیکے بعد کعبہ میں وفات پائی اور مکہ کے مجاوروں کے قبرستان میں دفن ہوا۔

حضرت خواجہ کا تاہل

حضرت خواجہ عہد سلطان شمس الدین میں دو مرتبہ دہلی تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ جب دہلی سے اجمیر تشریف لیگئے تو آپ نے نکاح کر لیا۔ قصہ یہ ہے کہ سید وجیہ الدین مشہدی اجمیر میں حاکم تھا اُسکی ایک دختر نیک اختر تھیں بی بی

عصمت نام تھا سید صاحب نے جب اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہی تو کوئی اس لائق نہ ملا۔ خواب میں دیکھا کہ امام جعفر صادق رض فرماتے ہیں کہ اے وجیہ الدین حضرت مصطفٰے صلعم کا حکم ہے کہ اپنی بیٹی کو قطب المشائخ خواجہ حسنی الحسینی کے سپرد کر دیجے۔ جب بیدار ہوئے تو خواجہ رح کے پاس آئے۔ اور یہ بات بتائی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگرچہ بڈھا ہو گیا ہوں لیکن اپنے سرور کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا۔ (جس وقت آپ نے نکاح فرمایا ہے اس وقت آپ کی عمر شریف ۸۹ سال کی تھی) ۔ لہذا عقد کیا۔ اور بی بی عصمت کو جو میر سید حسین خنگ سوار کی خالہ تھیں اپنے گھر لے آئے۔ اس واقعہ کے سات سال بعد حضرت خواجہ نے رحلت فرمائی۔ اس حساب سے حضرت خواجہ کی عمر ۹۷ سال ہوئی بعض کا قول ہے کہ عقد کے بعد ۱۷ سال زندہ رہے۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۱۰۷ سال ہوتی ہے۔

آپ کی دوسری بیوی کا واقعہ یہ ہے کہ آپ نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے لیکن ہماری سنت (یعنی نکاح) کو ترک کرتا ہے۔ اتفاقاً اُسی شب کو حاکم قلعہ بیتلی نے جسکا نام ملک خطاب تھا۔ کافروں پر حملہ کیا۔ اور اُس ملک کے راجہ کی لڑکی کو گرفتار کر لایا۔ اور حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت خواجہ نے قبول فرمایا اور ان کا نام امتہ اللہ رکھا۔ اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

جن کا نام بی بی حافظ جمال تھا۔ آپ بہت بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں اور حضرت خواجہ کی خلیفہ تھیں۔ اور آپ کا مزار آپ کے والد بزرگوار کے روضہ کے قریب ہے۔ آپ کے شوہر کا نام شیخ رضی الدینؒ تھا۔ اور ناگور میں حوض مند لاکر پر مزار ہے۔ ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ جو بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ عوام کا قول ہے کہ حضرت خواجہ کے بیٹے نہ تھے مگر یہ غلط ہے۔ حضرت کے تین فرزند تھے۔ شیخ ابو سعیدؒ۔ شیخ فخر الدینؒ۔ شیخ حسام الدینؒ ان تینوں کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ یہ کس بی بی سے ہیں۔ رقدوۃ المحققین حضرت سید محمد گیسو درازؒ کا یہ قول ہے کہ یہ تینوں بیٹے بی بی عصمت سے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ صرف شیخ ابو سعیدؒ بی بی عصمت سے ہیں۔

شیخ فریدؒ نبیرہ شیخ حمید الدین صوفی ناگوریؒ کے مرید ضیا نخشبی تھے۔ ضیا نخشبی نے ایک کتاب سلک سلوک لکھی تھی۔ یہ شیخ فرید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا شیخ حمید الدینؒ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے۔ کہ جب ہمارے خواجہ کے لڑکے پیدا ہوئے۔ تو ایک روز مجھ سے فرمایا کہ اے حمید الدین کہ اس سے پہلے جب میں جوان تھا۔ تو جو کچھ خدا سے طلب کرتا تھا وہ فوراً پاتا تھا۔ اب میں بڑھا ہو گیا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں تو کام دیر میں ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت یہ روشن ہے۔ کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریمؑ سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ جاڑے کا میوہ گرمی میں غیب سے آپ کو پہنچتا تھا۔ اور بے محنت محراب میں مل جاتا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو

حضرت مریمؑ نے رزق کا انتظار کیا۔ حکم ہوا کہ جا اور کھجور کی شاخوں کو ہلا۔ تازہ کھجوریں گریں گی۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور بعد محنت کے رزق ملنے لگا پہلی حالت اور بعد کی حالت میں اتنا فرق ہے۔ لیکن خدا کے نزدیک دوستوں کا رتبہ کم نہیں ہوتا۔ حضرت نے جب یہ جواب سنا تو پسند فرمایا۔ اور کہا کہ جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی ہے۔

حضرت خواجہ کے فرزند شیخ فخر الدینؒ کے پانچ بیٹے تھے۔ آپ کا مزار قصبہ سرواڑ میں اجمیر سے ۶۶ میل پر واقع ہے۔ اجمیر سے نصیر آباد تک ریل اور پھر نصیر آباد سے سرواڑ تک موٹر جاتا ہے۔ آپ کے ایک بیٹے کا نام شیخ حسام الدین سوختہ تھا۔ آپ کا مزار قصبہ سانبھر میں ہے۔

شیخ حسام الدینؒ جو حضرت کے چھوٹے فرزند تھے غائب ہو گئے تھے۔ اور ابدالوں کی صحبت میں شریک ہو گئے تھے اُن کے سات بیٹے تھے۔

خلفائے حضرت خواجہ قدس سرہٗ

آپ کے چودہ خلیفہ تھے۔ جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ خواجہ فخر الدینؒ بن خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ

(آپ کا نسب سعدؓ بن زید تک پہنچتا ہے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے)

۶۔ شیخ برہان الدین عرف بدو رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ شیخ محسن رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ سلیمان غازی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ خواجہ حسن خیاط رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ سالار مسعود رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ اجیپال جوگی المعروف بعبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ بی بی حافظ جمال بنت خواجہ معین الدین رحمت اللہ علیہا

کہتے ہیں کہ شیخ اوحد الدین کرمانی بھی بغداد میں آپ کے خلیفہ تھے۔ لیکن میں (یعنی مصنف کتاب سیر الاقطاب) سالار مسعود کی خلافت پر اعتبار نہیں رکھتا۔ اسکے دو سبب ہیں۔ اول یہ کہ مسعود محض سپاہی ترک تھے۔ اور فقیری سے واقف نہ تھے جس ہیمندری کی عداوت کی وجہ سے جب سالار مسعود نے اپنے بھانجہ سلطان محمود غزنوی سے علیحدگی اختیار کی۔ تو انکی عمر بہت کم تھی۔ اور تھوڑی سے لشکر سے ہندوستان میں آکر کافروں سے جنگ کرنا شروع کی آپ کو اتنی فرصت نہیں ملی کہ آپ فقیری کی طرف زیادہ توجہ کرتے اور آپ بہت جلد شہید ہو گئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ اور سالار مسعود کے زمانے سے بہت فاصلہ ہے عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ حضرت خواجہ کا زمانہ راجہ پتھورا کے زمانہ میں تھا اور سالار مسعود کا زمانہ سلطان

محمود غزنوی کے وقت میں تھا اور حضرت سالار ۴۲۴ھ کے ۱۴ رجب کو شہید ہوئے اور حضرت خواجہ نے ۶۳۳ھ میں وفات پائی اسطرح یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ کیونکر حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ ہوئے۔ خدا جانے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ لیکن ملفوظات میں سالار مسعود کا نام بطور خلیفہ کے لکھا ہوا ہے۔ (لیکن ملفوظات پنج گنج کے شروع میں درج ہے کہ یہ سالار مسعود دوسرے ہیں۔ سالار غازی نہیں ہیں)

رحلت

ایک شب حضرت خواجہ بعد نماز عشا اپنے خاص حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور دروازہ کو بند کر لیا۔ خادموں نے رات بھر پیروں کی آواز سنی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ حالت وجد میں ہیں۔ آخر شب میں آواز بند ہو گئی حتیٰ کہ صبح کی نماز کا وقت آگیا خادموں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آوازیں دیں لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ اور نہ جواب سنا۔ لاچار دروازے کو کھولا کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے رحلت فرمائی ہے۔

نقل ہے

جس شب کو آپ نے انتقال فرمایا چند آدمیوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ سلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں کہ خدا کا دوست معین الدین حسن آئیگا۔ ہم اس کے استقبال کو جاتے ہیں

نقل ہے

کہ جب آپ نے اس دنیا سے انتقال فرمایا تو آپکی پیشانی پر نورانی خط میں یہ لکھا ہوا ظاہر ہوا (حَبِیبُ اللّٰهِ مَاتَ فِی حُبِّ اللّٰهِ)

(اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں مرا)

پس ۶ ر ماہ رجب ۶۳۳ھ میں اللہ کی رحمت میں پوشیدہ ہو گئے چنانچہ ایک شخص نے آپ کی تاریخ وفات مندرجہ ذیل نکالی ہے۔

آفتاب ملک ہند

۶۳۳ھ

روضہ مبارک

پہلے حضرت خواجہ کی قبر اینٹوں کی تھی۔ اس کے بعد پتھر کی بنائی گئی۔ اور صندوق کے طریقہ پر اُس قبر کے اوپر بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرقد منور بلند ہے۔ سب سے پہلے خواجہ حسن ناگوری نے روضہ مقدسہ کی عمارت بنائی۔ اُس کے بعد شہاب الدین محمد شاہ جہان پادشاہ غازی نے (خدا[1] اُن کے ملک کو ہمیشہ باقی رکھے) روضہ منورہ کے برابر ایک بڑی مسجد سنگ مرمر کی بنائی ہے۔ یہ مسجد ایسی ہے کہ پرانے بادشاہوں میں سے کسی نے اتنی بڑی اور خوبصورت مسجد روئے زمین میں نہیں بنائی۔

سلہ۔ اس دعا سے ظاہر ہے کہ جب روضہ مبارک بن چکا تھا اُسوقت شاہجہاں کی سلطنت تھی۔ اب نہ وہ سلطنت ہے۔ نہ مسلمانوں کا وہ عروج۔ رہے نام اللہ کا

کرامات خواجہ غریب نوازؒ

حضرت خواجہ کی بیشمار کرامتیں ہیں۔ جن میں چند کا ذکر آپ کے حالات کے ضمن میں اوپر گزر چکا ہے۔ مندرجہ ذیل کرامتیں سیر الاقطاب سے لی گئی ہیں۔ کرامات و خوارق عادات کے متعلق ایک مختصر مقالہ جناب حضرت مولانا محمد میاں صاحب فاروقی الفاضل المصری نبیرۂ حضرت مولانا الحاج شاہ محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ (جو روضہ حضرت خواجہ کے قریب درجات فنا و بقا کو طے کر کے ارام فرما رہے ہیں) سوانح مولانا آمین سیر د قلم فرمایا ہے جو احوال و مقامات سیر الی اللہ کے لئے درس ہدایت ہے۔

کرامت

نقل ہے کہ سات آتش پرست سخت ریاضت و محنت کرتے تھے اور چھ ماہ کے بعد ایک لقمہ کھاتے تھے۔ اس وجہ سے خلق ان کی بہت معتقد تھی۔ یہ ساتوں حضرت خواجہ کی ملاقات کو آئے جوں ہی آپ پر نظر پڑی۔ یہ لوگ کانپنے لگے اور ہاتھ پیر کی قوت جاتی رہی۔ حضرت خواجہ کے قدموں پر گر پڑے۔ آپنے فرمایا کہ اے بیدینو خدا سے شرم نہیں کرتے کہ غیر خدا کو پوجتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم آگ کے ڈر سے اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اس امید میں کہ کل (بروز قیامت) ہمیں نہ جلائے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے احمقو جب تک خدا کو نہ پوجو گے

ہرگز دوزخ کی آگ سے نہ بچو گے۔ اُن لوگوں نے کہا کہ خدا کو ہم اس شرط پر پوج سکتے ہیں کہ یہ آگ آپ کو نہ جلائے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ اللہ۔ آگ میں کیا طاقت ہے کہ معین الدین کے جوتوں کو جلا سکے۔ آگ موجود تھی۔ فوراً آپ نے اپنی جوتیوں کو آگ میں ڈالدیا اور کہا اے آگ ان کی حفاظت کرنا۔ گو آگ بہت سی تھی لیکن فوراً سرد ہو گئی۔ اور غیب سے آواز آئی کہ آگ کی کیا مجال کہ میرے دوست کے جوتوں کو جلا سکے۔ سب نے یہ آواز سنی۔ ان مجوسیوں نے یہ بات سنی اور ایسی کرامت دیکھی تو فوراً مسلمان ہو گئے۔ اور خواجہ کی خدمت میں رہ کر اولیائے کامل ہو گئے۔

کرامت

نقل ہے کہ ایک شخص کو حاکم نے بے گناہ مار کر سولی پر لٹکا دیا تھا۔ اس کی ماں حضرت کی خدمت میں آئی۔ آپ اُس وقت وضو کی تیاری میں مشغول تھے۔ اُس عورت نے آکر رونا چلانا شروع کیا۔ اور کہا کہ یا حضرت شیئاً للہ میری فریاد سنئے۔ میرے بیٹے کو بلا قصور حاکم نے سولی دی ہے۔ حضرت نے یہ واقعہ اُس سے کئی دفعہ پوچھا۔ جب معلوم ہوا کہ واقعہ بیان کے مطابق ہے۔ تو فوراً عصا ہاتھ میں لیا اور روانہ ہوئے۔ صوفی اور خادم بھی ہمراہ ہو گئے۔ آخرکار حضرت اُس مقتول کے پاس پہنچے۔ اور کھڑے ہو کر دیر تک اُس کی طرف نگاہ کی

اور خاموش رہے۔ پھر اُس کے سر کو اپنے ہاتھ سے اُس کی گردن میں لگایا اور اپنے عصاسے اشارہ کیا۔ کہ اے مظلوم اگر تجھ کو بیگناہ قتل کیا ہے۔ تو خدا کے حکم سے زندہ ہو جا۔ اس اشارے کے ساتھ ہی وہ مردہ زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ گویا کہ آپ کے حکم کا منتظر تھا۔ پھر حضرت خواجہ کے قدموں پر گر کر اجازت چاہی اور اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا۔

فائدہ

جب حضرت خواجہ خانقاہ پہنچے۔ تو فرمایا۔ کہ بندہ کو خدا سے اتنی نسبت پیدا کرنی چاہیئے کہ جو کچھ اُس درگاہ سے مانگے وہ ملجائے اگر ایسا نہ ہو۔ تو اُسے درویش نہ کہنا چاہیئے۔

کرامت

ایک شخص حضرت شیخ فریدالدینؒ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ یا حضرت میں نے ایک روز خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز نے چھ روٹیاں مجھے دیں۔ اُس روز سے آج تک ساٹھ سال ہوئے۔ وہ روٹیاں مجھے روزانہ مل جاتی ہیں اور میرے خاندان کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خواب نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کا تجھ پر کرم ہے جو حضرت قطب الاقطاب

کی مہربانی سے حاصل ہوا ہے۔ تو ہرگز غریب نہ ہوگا۔

کرامت

سیر الاقطاب کے مصنف نے یہ کتاب ۱۰۳۶ھ میں ختم کی۔ جب مصنف اجمیر کے راستہ میں تھا تو اُس نے خواب دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا روضہ سامنے ہے۔ بعد شوق مصنف نزدیک گیا۔ تو دیکھا کہ قبر پر حضرت تشریف رکھتے ہیں۔ آپ نے مسکرا کر اس کتاب کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کیا جو حالات حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ سے حضرت شاہ العالمین تک معتبر کتابوں سے ملے وہ لکھ کر جمع کئے ہیں۔ فرمایا کہ تجھ پر رحمت ہو بہت اچھا کیا۔ پھر بہت مہربانی کی اور باہر تک پہنچانے آئے۔ جب ہوش ہوا تو مصنف پر عجب کیفیت طاری تھی۔ اور فرحت عرصہ تک باقی رہی۔

ملفوظات حضرت خواجہ قدس سرہ

جو

کتاب سیر الاقطاب میں لکھے ہوئے ہیں

اہل اللہ کی شناخت

حضرت نے فرمایا۔ کہ خدائے تعالیٰ کے پہچان لینے کی یہ علامت ہے۔ کہ انسان خلق سے بھاگتا ہے۔ اور خدا کی معرفت کے بعد خاموش رہنا بھی اللہ والوں کی پہچان ہے۔

وحدت الوجود

فرمایا کہ جب میں اپنی کھال سے نکلا۔ تو عاشق ومعشوق اور عشق کو ایک ہی پایا۔ یعنی جب عالم وحدت میں پہنچا تو سب کو ایک ہی پایا

فنا و بقا

مرید اُس وقت پورا فقیر ہوتا ہے جب عالم فانی میں باقی ہوجاتا ہے۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ مرید کب ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب عذاب کا فرشتہ بیس سال تک اُس کے اعمال نامہ میں کوئی گناہ نہ لکھے۔

المقصود ہو اللہ

فرمایا کہ حاجی کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ لیکن عارف (یعنی خدا کو پہچاننے والے) دل سے آسمان کے دروازہ عظمت کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اور خدا سے ملنا چاہتے ہیں۔

(نا کاشی میں نا متھرا میں نا بندرا بن میں   کہتا کبیر سنو بھائی سادھو ہر تو تو رے تن میں)

اصلی حج

فرمایا کہ مدتوں تک میں نے خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا۔ اب عرصہ سے خانہ کعبہ میرے گرد طواف کرتا ہے۔

ہمدردی

فرمایا کہ جب قیامت کا دن آئے گا۔ تو فرشتوں کو حکم ہو گا کہ دوزخ کو سانپ کے منہ سے نکالیں اور گرم کریں۔ ایک پل میں میدان قیامت میں دھواں ہی دھواں ہو جائے گا جو شخص چاہتا ہے کہ اُس روز کے ہول اور خوف سے امن میں رہے اُسے چاہیئے کہ ایسی اطاعت کرے جس سے زیادہ اچھی عبادت نہیں ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ عبادت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مصیبت والوں کی مصیبت کو دور کرنا۔ اور غریبوں کی حاجت کو پورا کرنا۔ اور بھوکوں کو

کھانا کھلانا۔

سخاوت۔ شفقت۔ تواضع

فرمایا کہ جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی اُسے اللہ تعالیٰ دوست رکھے گا۔ اول سخاوت۔ ایسی سخاوت جیسی دریا میں ہوتی ہے دوسرے شفقت۔ ایسی شفقت جیسی آفتاب میں ہوتی ہے۔ تیسرے تواضع اور انکسار۔ ایسی تواضع جیسی زمین میں ہے

عاشق کی پہچان

فرمایا کہ نشان محبت یہ ہے کہ محبوب کا فرمانبردار رہو اور اُس سے ڈرتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ دوست نکال باہر کرے۔

عارف

فرمایا کہ عارفوں کا ایک ایسا مرتبہ ہے جو اُس پر پہنچ جاتا ہے تو تمام عالم اور عالم کی ہر ایک چیز کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان میں دیکھتا ہے۔

صفات عارف

فرمایا کہ عارف کا سب سے چھوٹا درجہ یہ ہے۔ کہ خدا کی صفتیں

اُس میں ہوں۔ اور محبت میں سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ اگر کوئی
اس پر دعویٰ کرے) اگر کسے برو بدعویٰ آید آنرا بصورت کرامت
ملزم گرداند۔

پیر و مرید

فرمایا۔ کہ اگر پیر اپنے سچے مرید سے کچھ کہے۔ تو مرید کو چاہئے
کہ اُس کو دل سے سُنے۔ اور اُس پر عمل کرے۔ اور ریاضت و
مجاہدہ کیا کرے۔ اور اپنے پیروں کی پیروی کی کوشش کرے۔
اور پوری کوشش کرے۔ چنانچہ ہمارے خواجگان رحمۃ اللہ علیہم
نے چودہ مقام اختیار کئے ہیں۔ اور اسی پر اُنھوں نے عمل کیا ہے
اور ہر کام ان ہی پر قائم ہے۔ اور ہر بات ان ہی سے انجام پاتی ہے۔
اور ان ہی کے سبب سے خدا کی نزدیکی اور کمال حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ پہلا مقام توبہ کرنے والوں کا ہے۔ یہ اشارہ مقام آدمؑ سے ہے

۲۔ دوسرا	”	عابدوں کا ہے	”	مقام ادریسؑ ہے
۳۔ تیسرا	”	زاہدوں ” ”	”	” عیسیٰؑ ”
۴۔ چوتھا	”	راضیوں ” ”	”	” ایوبؑ ”
۵۔ پانچواں	”	قانعوں ” ”	”	” یعقوبؑ ”
۶۔ چھٹا	”	جاہدوں ” ”	”	” یونسؑ ”
۷۔ ساتواں	”	صدیقوں ” ”	”	” یوسفؑ ”

۸۔ آٹھواں مقام فکر کرنے والوں کا ہے یہ مقام شعیبؑ ہے

۹۔ نواں 〃 ہدایت پانیوالوں 〃 〃 〃 〃 شیثؑ 〃

۱۰۔ دسواں 〃 نیکوں 〃 〃 〃 〃 داؤدؑ 〃

۱۱۔ گیارہواں 〃 مخلصوں 〃 〃 〃 〃 نوحؑ 〃

۱۲۔ بارہواں 〃 عارفوں 〃 〃 〃 〃 موسیٰؑ

۱۳۔ تیرہواں 〃 شکر کرنیوالوں 〃 〃 〃 〃 ابراہیمؑ 〃

۱۴۔ چودہواں 〃 محبت کرنیوالوں 〃 〃 〃 〃 افضل الانبیاءؐ 〃

و اکمل الاتقیا ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

دستور العمل فقراء

فرمایا کہ اہل طریقت کے لئے دس چیزوں کی ضرورت ہے۔

۱۔ اول طلب حق

۲۔ طلب مرشد کامل (یعنی پورے پیر کی طلب)

۳۔ ادب۔ ۴۔ رضا

۵۔ محبت و ترک فضول (یعنی محبت اور بیکار باتوں کو چھوڑ دینا)

۶۔ تقویٰ یعنی پرہیزگاری اور گناہوں سے بچنا۔

۷۔ شریعت پر مضبوط رہنا۔

۸۔ کم کھانا۔

۹۔ خلق سے الگ رہنا۔ یعنی تنہائی میں رہنا۔

۱۰۔ نماز و روزہ۔

فرمایا کہ اہل حقیقت کو بھی دس چیزیں لازم ہیں۔

۱۔ معرفت میں پورا ہو۔ اور خدا تک پہنچا ہوا ہو۔

۲۔ نہ کسی سے رنجیدہ ہو نہ رنج پہنچائے۔ اور کسی کی برائی نہ چیتے

۳۔ خدا کی راہ دکھائے۔ اور خلق سے ایسی بات کہے جس سے دنیا اور دین دونوں کا فائدہ ہو۔

۴۔ تواضع

۵۔ تنہائی

۶۔ جسے دیکھے معزز اور بڑا سمجھے اور اپنے کو ہر شخص سے چھوٹا سمجھے

۷۔ رضا و تسلیم

۸۔ ہر درد و رنج پر صبر کرے اور اُسے برداشت کرے۔

۹۔ نہایت عاجزی سے اپنے دل کو نرم کرے سوز و گداز پیدا کرے۔

۱۰۔ قناعت و توکل

عاشق

فرمایا کہ عاشق ہمیشہ عشق میں محو رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہوتا ہے تو دوست کا ذکر کرتا ہے۔ اور اگر طواف میں ہے تو اُسی کے خوف اور بزرگی سے دل بھرا ہوا ہے۔

فرمایا کہ برسوں تک اس راہ کا طالب رہا ہوں۔ سوائے حیرت

اور ہیبت کے میں نے کچھ نہ پایا۔ جب میں خدا کے قریب پہنچا تو پھر کوئی دقت نہیں ہوئی۔ دنیا والوں کو میں نے دنیا میں پھنسا ہوا دیکھا۔ آخرت والوں کو پردے میں پایا۔ مدعیوں کو دعوی میں دیکھا پرہیزگاروں کو تصوف میں دیکھا۔ سب پر لات مار کے محفوظ ہو گیا۔

نماز عاشقاں

فرمایا کہ عشق والا وہ ہے جو اگر صبح کی نماز ادا کرے تو دوسرے دن صبح کی نماز تک دوست کے خیال میں محو رہے۔

دل عاشق

فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہے۔ جو کچھ اس میں گرتا ہے جل جاتا ہے۔ اور بیکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ کوئی آگ محبت کی آگ سے زیادہ تیز نہیں ہے۔

صفت درویش

فرمایا کہ درویش وہ ہے کہ جس کے سامنے اگر کوئی حاجت لاوے تو وہ محروم واپس نہ جائے۔

عارف

فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ اپنے دل کو دونوں جہان سے ہٹا لے

سب سے بڑا عارف

فرمایا کہ خلق میں سب سے بڑا عارف وہ ہے جو سب سے زیادہ حیرت زدہ ہو۔

پورا عارف

فرمایا کہ عارف اُسے کہتے ہیں جس پر عالم غیب سے ہر وقت لاکھوں تجلیاں ہوتی رہیں۔ اور ایک ہی وقت میں ہزاروں حال اُس پر ظاہر ہوں۔ اور ایک دم میں ایک ہی قدم میں عرش سے گزر جائے۔ اور دوسرے قدم میں اپنے مقام پر واپس آجائے اور پورے عارف کو جو کچھ کہ تقدیر میں ہے وہ ظاہر ہوتا ہے۔ پھر یہ محرموں سے بتاتا ہے۔

درجات عارف

فرمایا کہ عارف کا سب سے نیچا درجہ یہ ہے کہ عُجب (غرور۔ گھمنڈ۔ خودی) سے توبہ کرے۔ اس لئے کہ عبادت میں عجب کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ گناہ سے ایک توبہ کی ضرورت ہے اور عجب سے ہزار توبہ کی ضرورت ہے۔

عارف۔ تعظیم۔ حیا

فرمایا کہ عارف وہ ہے۔ جو اپنی خطاؤں پر شرمندہ ہو۔ اور تعظیم

یہ ہے کہ برابر بندگی میں لگا رہے۔ اور حیا یہ ہے کہ سوائے حق کے کسی پہ نظر نہ ڈالے۔

پس پردہ و بیرون پردہ

فرمایا کہ ہر شغل اور عمل اور بات چیت جو فقیروں اور عشق والوں سے ظاہر ہوتی ہے وہ سب پردہ سے باہر ہے۔ جب پردہ کے اندر راستہ ملتا ہے تو خاموشی اور سکون اور آرام حاصل ہوتا ہے اس کی مثال موتی کی مثال ہے کہ اُس میں آواز نہیں ہوتی۔ اگر عاشق دلیری کرے تو وہ اپنے دوست سے دور ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ قریب ہو جاتا ہے تو پھر خاموش ہو جاتا ہے۔ گفتگو کی جگہ نہیں رہتی

نیکوں کی صحبت

فرمایا کہ نیکوں کے ساتھ رہنے میں سلامتی ہے۔ آدمی خواہ کتنا ہی بُرا ہو لیکن نیکوں کی صحبت میں اچھا ہو جاتا ہے۔ اور اگر نیک آدمی بروں کی صحبت میں چلا جائے تو وہ تھوڑے دنوں میں برا ہو جاتا ہے اور سچا وہ ہے جس کے پاس کوئی مال و دولت نہ ہو۔ اور اُسے کسی چیز کی خواہش نہ ہو۔

اللہ پر بھروسہ

فرمایا کہ متوکل (یعنی خدا پر بھروسہ کرنے والا) اُسے کہتے ہیں۔ جو

خلق سے مدد نہ چاہے۔ اور کسی سے شکایت نہ کرے۔

فرمایا کہ متوکل وہ ہے جو خلق سے رنج و تکلیف اُٹھائے۔ لیکن اس کی کسی سے شکایت نہ کرے اور نہ اس کا ذکر کرے۔

عاشق

حضرت خواجہ سے لوگوں نے پوچھا کہ محبت والا کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص سچا عاشق ہے جو محبت کے شروع ہی میں اپنی ہستی مٹا دے۔

تجرید

آپ سے پوچھا گیا کہ تجرید کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دوست کے سوا ہر چیز سے قطع تعلق کرنا۔ اور دوست کا ہو رہنا۔

نجات

فرمایا کہ جو کوئی دوست کی یاد میں مرتا ہے۔ وہ نجات حاصل کرتا ہے۔ خود فنا ہو جاتا ہے لیکن دوست کا مشاہدہ کرکے باقی (زندہ) ہو جاتا ہے۔

تعلیمات

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی خلیفہ اور مرید تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے۔ آپ نے اپنی مجلسوں میں جو باتیں تصوف اور دینداری کے متعلق بیان کیں تھیں اُنھیں حمید شاعر قلندر نے ۷۵۶ھ میں جمع کرلیا تھا۔ اور اس مجموعہ کا نام خیر المجالس رکھا تھا۔ گیارہویں مجلس میں حضرت چراغ دہلویؒ فرماتے ہیں۔

"میرے حضرت پیر و مرشد جناب سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ فرماتے تھے۔ کہ میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام حضرت فرید الدینؒ اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ مولانا قطب الدینؒ بختیار اور باقی خواجگان چشت اور دوسرے مشائخ نے جو ہمارے شجرہ میں ہیں کسی نے کوئی تصنیف نہیں کی۔ میں نے (یعنی حمید شاعر قلندرؒ نے) عرض کیا کہ کتاب فوائد الفواد میں لکھا ہوا ہے کہ کسی نے حضرت سلطان جی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ایک معتبر آدمی سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں نے آپ کی تصنیف سے ایک کتاب دیکھی ہے۔ حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ اُس نے غلطی کی میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اس لئے کہ ہمارے خواجگان نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ یہ سن کر حضرت خواجہ چراغ دہلوی نے فرمایا کہ واقعی ہمارے سلطان الاولیا نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ پھر میں نے (یعنی کاتب ملفوظات شاعر قلندر) نے عرض کیا کہ جو یہ رسالہ اس وقت میں

دستیاب ہوئے ہیں اور جن کا نام ہے ملفوظات حضرت شیخ قطب الدینؒ اور ملفوظات حضرت شیخ عثمان ہرونیؒ کہا یہ رسالے بڑے حضرت کے وقت میں ظاہر نہ ہوئے تھے۔ آپ نے (یعنی حضرت چراغ دہلویؒ نے) فرمایا کہ یہ رسالے اُس وقت نہ تھے۔ اگر اُن حضرات کی تصنیف سے ہوتے تو بڑے حضرت اُن کا ذکر کرتے۔"

اور یہ لکھی ہوئی عبارت خیر المجالس کی ہے۔ اگر اس عبارت کو کسی نے اپنی طرف سے بڑھایا نہیں ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو ملفوظات دیگر خواجگان چشت کے رائج ہیں وہ کسی شخص نے لکھ کر خواجگان کے نام سے شائع کر دیے ہیں۔ تاکہ لوگ انھیں توجہ سے پڑھیں۔ اور واقعہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ملفوظات خواجگان چشت میں بعض ایسی باتیں درج کر دی گئی ہیں جو کسی طرح ایسے بزرگوں کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتیں

بہر حال چونکہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ ہم سلسلہ چشت اہل بہشت کی تعلیم سے فائدہ حاصل کریں۔ ہم مختصر طور پر اُس تعلیم کو جو حضرت خواجہؒ نے اپنے مرشد سے پائی اور جو رسالہ انیس الارواح میں درج ہے یہاں لکھتے ہیں اس کے بعد وہ تعلیم جو حضرت خواجہؒ نے اپنے مریدوں کو دی اس کا خلاصہ بھی لکھیں گے یہ تعلیم رسالہ دلیل العارفین میں ہے جسکے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیارؒ نے جمع کیا ہے۔ واقعہ چاہے جو کچھ بھی ہو لیکن ان رسالوں میں جو عمدہ اور اچھی باتیں ہیں ان کا خلاصہ لکھنے کے بعد ہم سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اصلی تعلیم اس کتاب کے آخر میں لکھیں گے۔

خلاصہ رسالہ انیس الارواح

اس رسالہ میں حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۱۷ھ کے ملفوظات بتائے جاتے ہیں جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے لکھا ہے

چہار ترک

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے خرقہ خلافت اپنے پیر سے پایا تو انھوں نے کلاہ چارترکی آپ کے سر مبارک پر رکھی تو فرمایا کہ اس چارترکی سے چار ترک مراد ہیں:۔

۱۔ ترک دنیا

۲۔ ترک عقبیٰ (یعنی ذات حق کے سوا کسی کو مقصود نہ بنانا)

۳۔ ترک خوراک و خواب مگر صرف اتنا جو زندہ رہنے کے لئے ضروری ہو۔

۴۔ ترک خواہشات نفسانی۔

جو یہ چار چیزیں ترک کرے گا اُس کے لئے یہ ٹوپی چار گوشیہ موزوں ہے

ایمان

فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلعم نے کہ ایمان ننگا ہے۔ اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔ اور اس کا

تکیہ فقر ہے۔ اور ردا اس کی علم ہے۔

ایمان ایک قول ہے۔ اور وہ گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں۔

فرمایا ایمان میں کچھ زیادتی و کمی نہیں ہوتی۔ جو کلمہ طیبہ کو صدق دل سے نہیں کہتا وہ اپنے اوپر ستم کرتا ہے۔ اس جگہ فرمایا کہ رسول مقبولؐ کو خدا کا حکم پہنچا کہ کافروں سے لڑو جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں۔ جب آنحضرت نے کافروں پر جہاد کیا تو انھوں نے ایمان قبول کیا اور کلمہ طیبہ پڑھا اور گواہی دی کہ خدا ایک ہے اور رسول اسکا حق ہے۔ اور جو یہ قرآن شریف میں آیا ہے (واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا) یعنی جب وہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے۔ کہ نور ایمان اُن کے دلوں میں زیادہ چمکنے لگتا ہے۔ نہ کہ اصل ایمان میں کمی و زیادتی ہوتی ہو

حضرت جنید بغدادیؒ کے رسالہ عمدۃ السلوک میں لکھا ہوا ہے۔ کہ حضرت خواجہ یوسف چشتیؒ سے روایت ہے کہ جس روز اَلَسْتُ بِرَبِّکُم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کی ندا دی گئی تھی تو اُس وقت جملہ مسلمانوں اور کافروں کی روحیں ایک جگہ جمع تھیں۔ جیسے ہی پردۂ غیب سے یہ آواز آئی۔ ویسے ہی کل روحوں کے چار گروہ ہوگئے۔

۱۔ پہلے گروہ نے اس آواز کو سنتے ہی سجدہ میں سر جھکا دیا۔ اور زبان و دل دونوں سے بلیٰ (یعنی ہاں) کہا۔ یعنی بیشک تو ہمارا پروردگار ہے یہ گروہ انبیا۔ اولیا و مومنین کا تھا۔

۲۔ دوسرا گروہ بھی فوراً سجدہ کے لئے جھکا اور زبان سے بلیٰ کہا لیکن دل سے نہ کہا۔ یہ گروہ ان مسلمانوں کا ہے کہ اول میں مسلمان ہونگے اور آخیر میں دنیا سے بے ایمان جاویں گے۔

۳۔ تیسرے گروہ نے فوراً سجدہ کر کے دل سے بلیٰ کہا مگر زبان سے نہ کہا۔ یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جو پہلے کافر پیدا ہوں گے لیکن آخر میں مسلمان جاویں گے

۴۔ چوتھے گروہ نے نہ زبان سے بلیٰ کہا نہ دل سے وہ گروہ کافروں کا ہے۔ کہ کافر پیدا ہوں گے اور کفر ہی پر ان کا خاتمہ ہو گا۔

مومن

فرمایا مومن وہ ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہو اول موت کو۔ دوسرے فقیری و درویشی کو۔ تیسرے بیماری کو۔

فرمایا حضرت انس ابن مالکؓ نے کہ جس کسی کے پاس ۸ ہزار درہم (۲ ہزار روپیہ) ہے وہ تونگر و مالدار ہے۔ اس سے کم جس کے پاس ہے وہ درویش ہے۔ اور جس کسی کے پاس کچھ نہیں ہے اُسے شکر کرنا چاہئے کہ وہ بڑا مسعود ہے کیونکہ اُسے حضرت ایوب علیہ السلام کا درجہ ملا۔

دعائے آدم علیہ السلام

جب حضرت آدمؑ جنت سے خارج کئے گئے تو بہت روئے معلوم نہ
آخر رحمت الٰہی نے چند کلمے قلب پر القا کئے جن کے وسیلے سے دعا قبول
ہوئی۔ ایک روایت ہے کہ وہ چند کلمے درود شریف کے تھے۔ دوسری
روایت ہے کہ وہ کلمے یہ تھے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ
تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (ترجمہ اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں
پر ظلم کیا۔ اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو
ہم زیاں کاروں میں ہو جائیں گے)

مہدی آخر الزماں

جتنی بدکاریاں کل دنیا میں ہونگی اتنی صرف ہندوستان میں ہونگی
جب حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اُن دنوں میں دن بہت چھوٹا ہو جائیگا
ایک دن ایک ساعت کا ہوگا۔ ایک ہفتہ ایک دن کے برابر ہوگا اور
ایک مہینہ ایک ایک ہفتہ کے برابر اور ایک سال ایک مہینے کے برابر
ہوگا۔ یہ فرماکر خواجہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ درویش کو
چاہیئے کہ یہ سمجھے کہ وہ وقت آگیا ہے۔

عورتوں کی فرمانبرداری

فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے عورتوں

کے باب میں فرمایا ہے کہ جس عورت نے اپنے خاوند کی فرمانبرداری خوب کی وہ ہمراہ حضرت فاطمہؓ کے بہشت میں داخل ہوگی

لڑکیاں

لڑکیاں خدا کا ہدیہ ہیں۔ جو انھیں دوست رکھتا ہے۔ خدا اور رسول اُس سے خوش ہوتے ہیں۔ جس کسی کے دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان سے خوش ہو تو اُس کا ثواب ستر حج اور ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ پھر فرمایا کہ انبیا اور اولیا لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ اس کے متعلق کئی حدیثیں بھی ہیں۔

آزادی

ایک بزرگ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنھوں نے ایک غلام اُسی وقت آزاد کیا تھا۔ حضور نے ان کے واسطے دعا فرمائی۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص غلام آزاد کرتا ہے تو اُس کے نامۂ اعمال میں اسقدر ثواب پیغمبروں کا لکھا جاتا ہے کہ جس قدر کہ اُس غلام کے تن میں رگیں ہیں۔ اور دنیا سے وہ شخص نہیں مرتا ہے جب تک کہ خدا اُس کے کل گناہ چھوٹے اور بڑے نہیں بخشدیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُس غلام آزاد کرنے والے کے ماں اور باپ کو اور اُس کے کنبے میں سے ستر آدمیوں کو بخشدیتا ہے۔

اور جسقدر کہ اُس غلام کے تن پر بال ہیں اُسقدر مکان اس کے لئے بہشت میں بناتا ہے۔ اور جتنی اُس کے تن میں رگیں ہیں اتنے نور اُس کو مرحمت فرماتا ہے۔ اور راستہ پُل صراط کا اُس پر آسان کر دیا جاتا ہے اور آسمانوں پر اُس شخص کا نام ولی اللہ مشہور ہوتا ہے۔

اللہ اللہ غلاموں کو آزاد کرنے کی کتنی فضیلت ہے۔ اب کس کے منہ میں دانت ہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اسلام غلامی سکھاتا ہے۔ اور آزادوں کو غلام کرتا ہے۔ یہ تو صرف انفرادی آزادی کا ثواب ہے اگر کوئی شخص پوری قوم کو آزادی دلائے تو اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اور جو شخص جہاد آزادی میں شریک ہوگا اور جو عورت یا مرد جنگ آزادی میں شریک ہوگا اور جہاد آزادی میں مدد کرے گا۔ یا کسی طرح مجاہدوں کو امداد دے گا اس کا درجہ اولیاء سے بھی بڑا ہوگا۔

فرمایا کہ ایک روز رسول کریم سے حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے پاس دنیا کے مال میں سے کچھ بھی نہیں ہے صرف ایک میری جان ہے سو اُس کو میں راہ خدا میں اور خوشنودی رسول میں فدا کرتا ہوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ عرض کر ہی رہے تھے کہ حضرت جبریلؑ آئے اور عرض کیا کہ اللہ بعد سلام کے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ہمارا علیؓ دنیا سے کچھ نہیں رکھتا ہے اُس پر بھی اپنی جان فدا کرتا ہے۔ ہم نے ۱۸ ہزار عالم پیدا کئے ہیں۔ ہر عالم میں سے ۱۸ لاکھ کی تعداد کے برابر ہم نے

تیری امت کے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کیا اور اسی قدر ثواب علی کو بخشا۔

حضرت خواجہ یوسف چشتیؒ کی یہ عادت تھی کہ جو بزرگوار آپ کی خدمت میں آتے اور غلام خدمت کے واسطے نذر کرتے تو آپ اُسے قبول فرما کر آزاد کر دیتے تھے۔ اور اُن بزرگوار سے بھی آپ ارشاد فرماتے کہ تم بھی محض واسطے خوشنودی خدا اور رسول کے اُس کو آزاد کر دو۔ تاکہ کل قیامت میں ہم اور تم دونوں اس کے طفیل میں آتش دوزخ سے خلاصی پاویں۔ فرمایا کہ میں نے خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص غلام آزاد کرتا ہے وہ اسوقت تک نہیں مرتا ہے جب تک کہ جنت کا شربت نہیں چکھ لیتا۔ اور اُس کی جان آسانی سے نکلے گی اور قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص غلام آزاد کرتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک جنت میں اپنا محل نہ دیکھ لیگا۔

(ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ آزادی کا مفہوم سمجھنے کے لئے سورۂ الحمد اور سورہ بقر کی آیات پڑھے اور سمجھے)

حکایت

فرمایا کہ میں ایک دفعہ سیوستان گیا وہاں ایک غار میں ایک بزرگ رہتے تھے اُنھیں شیخ احمدؒ سیوستانی کہتے تھے۔ اور عالم حیرت میں تھے جب

میں اُن کی خدمت میں گیا۔ تو اُنھوں نے فرمایا کہ ستر سال سے سوائے
خدا کے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوا ہوں۔ لیکن آج حکم ہوا ہے کہ تجھے
کچھ تعلیم کروں اس لئے تیری طرف مشغول ہوں۔ پھر کہا۔
سن اے درویش اگر تجھ کو دعوی محبت ہے تو سوائے دوست کے
دوسرے کی طرف مطلق مشغولی نہ رکھ۔ اور کسی سے صحبت بھی نہ رکھ۔
ورنہ جل کر خاک ہو جاوے گا۔ کیونکہ عاشقوں کے گرد معشوق کی غیرت
کی آگ رہتی ہے۔ جب عاشق کسی غیر سے ملتا ہے اور اُس سے مشغول
ہوتا ہے تو فوراً وہی آتش غیرت اُس کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔
اور جان لے کہ محبت کی راہ پر جو درخت ہے اُس کی دو شاخیں ہیں
ایک کو نرگس وصال کہتے ہیں اور دوسرے کو نرگس فراق۔ لہذا جو شخص
سب سے الگ ہو کر دوست سے مشغول ہوتا ہے۔ اُسے وصال دوست
نصیب ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی طرف خواہش کرتا ہے اُسے فراق
نصیب ہوتا ہے۔

صدقہ و خیرات

فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت سے پوچھا کہ سب سے اچھا عمل
کونسا ہے تو آپ نے فرمایا کہ صدقہ۔ کیونکہ وہ پردہ ہو جاتا ہے درمیان
صدقہ دینے والے اور دوزخ کے پھر آپنے دوسرے وقت پوچھا کہ کونسا
صدقہ افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھانا۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے اپنی کتاب آثار الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک درم صدقہ دینا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے جس میں دن کو روزہ رکھا ہو اور رات کو شب بیداری کی ہو۔

فرمایا ایک روز امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ۸۰ ہزار دینار جو کہ کل اُن کے پاس تھے سب راہ خدا میں دے ڈالے۔ اور ایک کملی اوڑھکر آنحضرت کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا کہ اے ابو بکر کچھ اسباب بطور عالم اسباب کے رکھ بھی چھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اُس کے رسول کا نام کافی ہے۔ اُس وقت حضرت جبرئیل کملی اوڑھے ہوئے معہ ۷۰ ہزار ملائکہ کملی پوشوں کے آنحضرت کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرمان خدا یہ ہے کہ آج ابو بکر نے ہماری راہ میں اپنا کل مال صرف کیا ہے۔ لہذا ہمارا سلام اُس کو پہنچاؤ۔ اور کہو کہ تم نے وہ کیا ہے جو ہماری مرضی تھی اب ہم بھی وہی کریں گے جو تمہاری مرضی ہو گی۔ اور بروز قیامت سب کمل پوشوں کو ہمراہ ابو بکر صدیق کے بخشدیں گے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے رسول اللہ سے پوچھا کہ قرآن شریف پڑھنا افضل ہے یا صدقہ دینا۔ آپ نے فرمایا کہ صدقہ دینا افضل ہے اسواسطے کہ صدقہ دینا دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ خدا کے یہاں مقبول ہوتا ہے خواہ اُس کا دینے والا یہودی ہی کیوں نہ ہو۔

استقلال نوحہ

حضرت عبداللہؓ انصاری آنحضرت سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جو شخص مصیبت کے وقت چیخے۔ چلائے اور نوحہ فریاد کرے اُس پر خدا کی پھٹکار ہے۔ اور فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مصیبت کے وقت نوحہ فریاد کرنا کفر ہے۔ جو ایسا کرتا ہے وہ منافق ہے۔ اور ۴۰ سال کے نیک عمل حبط ہو جاتے ہیں اور بے توبہ مرے تو جہنم میں شیطان کے ساتھ ہوگا۔

جو کوئی نوحہ و فریاد کرکے اپنا پیراہن چاک کرے گا قیامت کے روز اُس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ شخص خدا کی رحمت سے ناامید ہے۔

جانوروں کا مارنا

فرمایا کہ عبداللہؓ ابن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ۴۰ گائیں مارے تو ایک خون کبیرہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاوے گا۔ اور جو کوئی جانور نفس کی خواہش سے مارے گا۔ تو گویا اُس نے خانۂ کعبہ کے ویران کرنے میں مدد دی مگر جس جگہ اور جس طور اور جس محل سے مارنا روا نہ ہے اُس کے واسطے کوئی قباحت نہیں۔

فرمایا کہ خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سُنا ہے کہ اُن کی ستر برس کی

عمر ہو گئی تھی مگر کبھی ایک چڑیا بھی نہیں ماری تھی۔

پھر فرمایا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کوئی شخص کبھی کسی جانور کو آگ میں نہ جلا دے اور نہ بیرحمی سے مارے ایسا کرنے والے کو خدا اس دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا رکھے گا اور آخرت میں بھی عذاب فرما دے گا۔ زندہ جانور کا جلانا ایسا ہے گویا اپنی ماں سے زنا کرنا۔ اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ساٹھ روزے متواتر رکھے۔

نوٹ۔ مندرجہ بالا باتوں کے علاوہ تجارت وکاربار۔ سلام کرنا۔ مسجد کی عزت کرنا۔ اذان اور نماز۔ کسی کی حاجت روا کرنا۔ موت کو یاد کرنا۔ مسجد میں چراغ بھیجنا اور توبہ کرنا اور ان کا ثواب واجر بتایا گیا ہے۔ مومن کو آزار دینا۔ مال دنیا جمع کرنا ازلہ دآستین دراز کرنا۔ شراب پینا اور گالی دینا برا بتایا گیا ہے۔

خلاصہ رسالہ دلیل العارفین*

کہا جاتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے سن کر جمع کیا ہے۔

نماز

فرمایا کہ آدمی منزل عزت سے قریب نہیں ہو سکتا ہے مگر نماز میں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ پس نماز ہی سے تمام مقاموں میں نور حاصل ہوتا ہے۔ اور نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے رب سے کہتا ہے۔ ارکان نماز کو بخوبی ادا کرنا چاہیئے۔ اور

نوٹ۔ * اس رسالہ میں بعض ایسی عجیب وغریب اور خلاف عقل باتیں لکھدی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت خواجہ غریب نواز کی ہرگز تصنیف نہیں ہے بعض باتیں ایسی ہیں جنکا قرآن و حدیث میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔ ایسی باتیں لازمی طور پر کسی شخص نے آپ کے نام سے مشہور کرنے کے لئے اس رسالہ میں بڑھادی ہیں۔ یہی واقعہ اکثر بزرگوں کی تصنیفات کے متعلق اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔ مثلاً عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ جب میں ابو طاہر مغربی سے ملا تو انھوں نے مجھے ابن عربیؒ کی کتاب فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ دکھایا جسمیں حاسدوں نے غلط عبارتوں کو بڑھادیا تھا۔ اسی طرح ملحدوں نے حضرت احمد حنبل کے مرض الموت میں اُن کے تکیہ کے نیچے جھوٹے عقائد لکھ کر رکھ دئے تھے لیکن چونکہ سب اُنکے عقائد سے واقف تھے لہذا فتنہ میں نہ پڑے۔ اسی طرح شیخ الاسلام (بقیہ صفحہ ۹۸ دیکھو)

وضو میں کوئی چیز نہ چھوڑنی چاہئے۔ تاکہ دوست کی نظر میں نماز قبول ہو
نماز کو وقت پر پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

راہ سلوک

فرمایا کہ اللہ کا راستہ یہ ہے کہ جو آدمی شریعت پر ثابت قدم ہوا اور جو کچھ احکام شرع کے ہیں اُن کو بجا لایا۔ اور اُن سے ذرا بھی نہ ہٹا۔ تو وہ آگے بڑھتا ہے اور دوسرے مرتبہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جسے طریقت کہتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴ پر) مجد الدین فیروز آبادی (صاحب قاموس) کے نام سے امام ابو حنیفہؒ پر طعن و تشنیع لکھ کر حضرت ابو بکر خیاط یمنی کے پاس بھیجدئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا تو ایک خط ملامت کا فیروز آبادی کو لکھا۔ لیکن فیروز آبادی نے جواب دیا کہ مجھے تعجب ہے کہ کس نے میرے نام سے یہ باتیں لکھدی ہیں آپ اُن کو جلا ڈالئے۔ یہ دشمنوں کا افترا ہے۔ اسی طرح امام غزالی کے احیاء العلوم میں بھی چند جھوٹے مسئلہ لکھدئے گئے تھے۔ قاضی عیاض نے ان سب کو جلانے کا حکم دیا تھا۔ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ ایسے ہی لوگوں نے میری کتاب بحر المورود میں جھوٹے مسائل لکھ کر تین سال تک مصر و مکہ میں اشاعت کی۔ اور میں واللہ اُن سب سے بری تھا پھر جب میں نے مصر و مکہ کے علما کے پاس اپنی دستخطی کتاب بھیجی تو فتنہ فرو ہوا۔ (ملخصاً من مولوی برکت اللہ فرنگی محلی فی ترجمہ فصوص الحکم) غرض یہ ہے کہ ایسی باتیں جو صریحاً کتاب و سنت کے خلاف ہیں کسی طرح خواجہ غریب نواز سے منسوب نہیں کی جا سکتیں واللہ اعلم بالصواب۔

جب وہ طریقت میں بھی پکا رہا۔ راستہ جاننے والوں نے جو راستہ بتایا اُس پر پورا پورا عمل کیا اور سب شرطیں پوری کیں تو مرتبہ معرفت میں پہنچ جاتا ہے۔

مرتبۂ معرفت میں آشنائی اور روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر اس مرتبہ میں بھی پورا اُترا تو چوتھے مرتبہ میں پہنچ جاتا ہے چوتھے مرتبہ کو مرتبۂ حقیقت کہتے ہیں۔ اس کے بعد آدمی جو کچھ مانگتا ہے وہ پاتا ہے۔

عارف

عارف وہ ہے جو دونوں جہان سے تعلقات منقطع کر کے فرد (یعنی یکہ وتنہا) ہو جاوے۔ یہ مقام فردانیت ہے۔ اس راہ میں وہی شخص آگے چل سکتا ہے جو دنیا کی ہر چیز سے منہ موڑ لے۔

سچی محبت

فرمایا کہ کتاب آثار الاولیا میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری، خواجہ حسن بصری۔ مالک دینار اور خواجہ شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہم ایک جگہ بیٹھے تھے۔ سچی محبت کے بارے میں بات چیت ہو رہی تھی۔

خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ خدا کی دوستی میں وہی سچا ہے کہ اگر اس کو کچھ دردِ دکھ پہنچے تو اُس میں صبر کرے۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا کہ اے خواجہ اس سے تو خودی کی بو آتی ہے۔

اس کے بعد حضرت مالک دنیار نے کہا کہ مولا کی دوستی میں وہ شخص سچا ہے جسے اگر دوست سے کوئی بلا یا تکلیف پہنچے تو وہ اُس میں راضی و خوش رہے۔ اور ہمیشہ اپنے دوست کی رضا چاہے۔

حضرت رابعہ نے فرمایا کہ سچی محبت کی صفت اس سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔

اس کے بعد خواجہ شفیق بلخی نے فرمایا کہ مولا کی دوستی میں وہ شخص سچا ہے کہ اگر اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تو بھی اُف نہ کرے سب سے اخیر میں حضرت رابعہ نے فرمایا کہ سچا وہ ہے کہ باوجودیکہ اُسے دکھ درد پہنچے لیکن اُس حالت میں بھی اپنے دوست کے مشاہدہ کو نہ بھولے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مجھ کو بھی اسی سے اتفاق ہے اور شیخ سیف الدین باخرزیؒ نے بھی فرمایا کہ سچی محبت اسی کا نام ہے۔

قبرستان میں کھانا پینا

یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے امام ابو الخیر یحییٰ زندوسیؒ کے روضہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ فرمایا رسول کریمؐ نے "مَنْ اَکَلَ فِی الْمَقَابِرِ طَعَاماً اَوْ شَرَاباً فَھُوَ مَلْعُوْنٌ وَّ مُنَافِقٌ"۔ یعنی جس نے قبرستان میں کھایا یا پیا وہ ملعون اور منافق ہے۔ قبرستان مقام عبرت ہے وہاں کھیل کود

کرنا اور کھانا پینا بہت ہی بُرا ہے۔

وفات حضرت خواجہ ابراہیم خواصؒ

اس آیت کی تفسیر فرما رہے تھے۔ انما المومنون الذین اذا ذکراللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون (ترجمہ۔ مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاوے تو اُن کے دل جگمگا جاتے ہیں اور جب اُن پر اللہ کی آیتیں پڑھی جائیں تو اُن کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کر لیتے ہیں) اسی سلسلہ میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہے کہ منافقوں کا دل اللہ کا کلام سن کر نرم نہیں ہوتا پھر حضرت ابراہیم خواصؒ کی وفات کا قصہ بیان فرمایا کہ ایک دن آپ کا گزر ایک جماعت پر ہوا کہ وہ لوگ ذکر کر رہے تھے۔ ذکر خدا سن کر آپ پر ذوق و شوق کی حالت طاری ہوئی اور آپ رقص کرنے لگے۔ سات رات دن حالت وجد طاری رہی۔ ساتویں روز جب ہوش ہوا تو تازہ وضو کیا اور سجدے میں گئے اور سجدے میں کہا یا اللہ۔ اللہ کا نام لیتے ہی جان جاں بخش کو دے دی یہ حکایت بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز ؒ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور یہ بیت زبان مبارک سے فرمائے۔

عاشق بہوائے دوست بیہوش بود   وز یاد محب خویش مدہوش بود

فرداکہ بحشر خلق حیراں باشند   نام تو درون سینہ و گوش بود

پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ یوسف چشتی کی خانقاہ میں چند پہنچے ہوئے فقیر موجود تھے۔ قوال اوپر لکھے ہوئے اشعار پڑھ رہے تھے۔ ان اشعار نے وہ اثر کیا کہ ہم سب حالت رقص میں مدہوش رہے۔ درویشوں میں سے دو شخص ایسے بے خبر ہو گئے کہ زمین پر گر پڑے ان کا خرقہ تو موجود تھا لیکن وہ دونوں غائب اور ناپید ہو گئے تھے۔

(نوٹ۔ جو لوگ اس قسم کی باتوں پر عقیدہ نہیں رکھتے انھیں حالات حضرت شیخ مولانا الحاج محمد حسین الہ آبادی کے حالات دیکھنا چاہیئے جو اس کتاب کے آخر میں درج ہیں)

اہل سلوک کے نزدیک پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے

فرمایا کہ اہل سلوک کے نزدیک :۔

۱۔ اپنے ماں باپ کا منہ اولاد کو دیکھنا عبادت ہے۔

۲۔ کلام اللہ دیکھنا بھی عبادت ہے۔

۳۔ علما کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

۴۔ خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

۵۔ اپنے پیر کی خدمت کرنا اور اُسے دیکھنا عبادت ہے۔

سورہ فاتحہ

سورہ فاتحہ کے متعلق آپ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ

ہیں اسے آثار طبقات مشائخ میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ حاجتیں روا کرنے
کے لئے سورہ فاتحہ بہت زیادہ پڑھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے
کہ جس کسی کو کوئی مشکل پیش آئے۔ تو سورہ فاتحہ کو اس طرح پڑھنا
چاہیئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین یعنی رحیم کی میم کو
الحمد کے لام میں ملا کر پڑھے۔ اور آخر میں تین دفعہ آمین کہے۔

پھر فرمایا کہ سورہ فاتحہ کل دردوں اور بیماریوں کی دوا ہے۔
جو بیمار کسی علاج سے اچھا نہ ہوتا ہو اس کے لئے فجر کی سنتوں اور
فرض کے درمیان بسم اللہ کے ساتھ ۴۱ بار سورہ فاتحہ پڑھ کے
دم کرے۔ حدیث شریف ہے الفاتحہ شفاءٌ لکل داء یعنی سورہ
فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے۔

خدا نے اس سورہ کے سات نام رکھے ہیں۔ ۱۔ فاتحہ الکتاب
۲۔ سبع المثانی۔ ۳۔ ام الکتاب ۴۔ ام القرآن ۵۔ سورہ مغفرت
۶۔ سورہ رحمت۔ ۷۔ سورۃ الشافیہ۔

عشق ومحبت

فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ بایزید بسطامیؒ مقام قرب میں تشریف
لے گئے۔ ہاتف نے آواز دی اے بایزید مانگو کیا مانگتے ہو خواجہ
نے سجدہ میں سر جھکا دیا اور کہا کہ بندہ کو مانگنے سے کیا کام۔ بادشاہ
جو کچھ دے بندہ اُسی میں راضی ہے۔ آواز آئی کہ اے بایزید ہم نے

تجھے آخرت کی خوبی اور نجات دی۔ بایزیدؒ نے عرض کیا کہ آخرت تو دوستوں کا قید خانہ ہے۔ پھر آواز آئی کہ ہم نے جنت دوزخ۔ عرش و کرسی جو کچھ ہماری مملکت ہے سب تجھ کو دی۔ آپ نے عرض کیا خیر۔ پھر ندا آئی کہ آخر تمہارا کیا مطلب ہے۔ عرض کیا کہ الٰہی میرا مطلب تو خود جانتا ہے۔ آواز آئی کہ اے بایزید تو ہم کو ہم سے مانگتا ہے۔ اگر ہم تجھ کو تجھ سے مانگیں تو تو کیا کرے گا۔ یہ آواز سنتے ہی خواجہ نے قسم کھا کر عرض کیا کہ تیرے عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر تو مجھ کو قیامت میں طلب کرے گا اور دوزخ کی آگ کے سامنے کھڑا کرے گا۔ تو وہاں ایسی آہ سرد کھینچوں گا کہ دوزخ سرد ہو جائے گی اس لئے کہ آتش محبت کے سامنے دوزخ کی گرمی کیا چیز ہے۔ پھر یہ آواز آئی کہ اے بایزید جو تو تلاش کرتا ہے وہ تجھے دیا گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک شب حضرت رابعہ بصری پر غلبہ عشق ہوا آپ چلا چلا کر کہنے لگیں کہ اے جلی۔ اے پھنکی۔ محلہ والے پانی لے کر دوڑے۔ وہاں ایک بزرگ بھی تھے وہ فرمانے لگے کہ اے نادانو رابعہ کی آگ دنیوی آگ نہیں ہے یہ خدا کے عشق و محبت کی آگ ہے

پھر فرمایا کہ شہر بغداد میں ایک عاشق کو بازار میں باندھ کر ہزار کوڑے لگائے گئے مگر وہ چپکا کھڑا مار کھاتا رہا۔ اس سے خاموشی کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں دوست کا حسن دیکھنے میں محو تھا مجھے مار پیٹ کی خبر نہیں ہوئی۔ پھر خواجہ غریب نواز آنکھوں میں

آنسو بھر لائے اور یہ شعر پڑھنے لگے ؎

اوبر سر قتل دمن بر ویش حیراں کایں راندن تیغش چہ نکومی آید

(ترجمہ وہ میرے قتل پر تیار ہے اور میں اس کا منہ دیکھ کر حیران ہوں۔ یہ تلوار مارنا کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے)

سلوک

فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ مناجات کر رہے تھے۔ آپ کی زبان سے نکلا سلوک کیا چیز ہے۔ غیب سے آواز آئی۔ اے بایزید اپنے نفس کو تین طلاق دے پھر میری طلب کر۔ یہی خدا کا راستہ ہے۔

توکل

عارفوں کے توکل کے بارے میں فرمایا کہ ان کا بھروسہ سوائے خدا کے کسی پر نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی طرف التفات کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مہتر جبریلؑ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور کہا آپ کو کسی قسم کی حاجت ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے کچھ حاجت نہیں کیونکہ ہمارا خدا ہمارے حال سے خوب واقف ہے۔ ہماری کوئی حاجت اس سے چھپی نہیں ہے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا کہ عارف توکل کرنے والا کون ہے۔ آپ نے کہا کہ وہ عارف متوکل ہے جو علم عمل اور

خلق سے اپنے دل کو علحدہ کر لے۔ پھر فرمایا کہ عارف وہ ہے جو راہ عشق میں قدم رکھ کے سوائے خدا کے کسی اور طرف نظر نہ کرے۔

موت

آخری صحبت میں موت کا ذکر تھا۔ تمام درویش و مرید حاضر تھے۔ فرمایا کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب (یعنی موت ایک پل ہے جس کے ذریعہ سے دوست اپنے دوست سے ملتا ہے) اسی وقت یہ بھی فرمایا کہ چار چیزیں فقیر کی جڑیں ہیں۔ ۱۔ درویش کو چاہئے کہ فقیری میں مالداروں کی طرح متوکل رہے۔ ۲۔ خواہ بھوکا ہو یا سیر ہو ہر حالت میں خوش رہے۔ ۳۔ غم کی حالت میں خوش رہے ۴۔ کوئی فقیر سے کتنی ہی دشمنی کرے لیکن وہ اُس کے ساتھ دوستی ہی کرتا رہے۔

اوراد و وظائف

ہم کسی جگہ لکھ چکے ہیں۔ کہ تصوف سے مراد وصول الی اللہ ہے۔ اور عشق الٰہی حاصل کرنے کا طریقہ خدمت خلق ہے۔ لیکن اپنے نفس کو پاک کرنے اور ہر وقت خدا سے نزدیکی رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان مختلف طریقوں سے خدا کا نام لیتا رہے۔ اور اپنے اوقات کو ایسا تقسیم کرے کہ ہر وقت خدا سے قربت حاصل ہوئی رہے۔ طمینان فراغت۔ سکون اور توکل صرف یاد الٰہی سے حاصل ہوتا ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ اپنے رسالہ دلیل العارفین میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنا ورد مقرر کرے اُسے ہر روز پڑھا کرے اور اگر دن کو ممکن نہ ہو تو رات کو پورا کر لیا کرے اور فرماتے ہیں کہ انبیاء و اولیا اور مشائخ ہمیشہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت خواجہؒ کی تعلیم درج ذیل ہے۔

وظیفۂ سحر

جب سو کر اُٹھو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہو۔ اور وضو کر کے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھو اور جا نماز پر بیٹھے رہو۔ اور کچھ آیتیں سورہ بقر کی اور ستر آیتیں سورۂ انعام کی پڑھو۔ اور سو بار کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو۔ پھر صبح کی سنتیں اسطرح

پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھا کرو۔ اس کے بعد سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھے۔ پھر فرض پڑھنے کے بعد دس دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے۔ اس کے بعد تین دفعہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھے۔ پھر تین دفعہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَتَکَرَّرَ الْجَدِیْدَانِ وَاسْتَصْحَبَ الْفَرْقَدَانِ وَالْقَمَرَانِ بَلِّغْ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ مِّنِّی التَّحِیَّۃَ وَالسَّلَامَ پڑھے اور تین بار یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ پڑھے۔ پھر تین دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے۔ اور تین دفعہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ کہے۔ اس کے بعد تین بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ غَفَّارُ الذُّنُوْبِ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ۔ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ کَشَّافُ الْکُرُوْبِ مُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھے۔ پھر تین دفعہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا دَیَّانُ یَا سُبْحَانُ یَا سُلْطَانُ یَا غُفْرَانُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پڑھے اس کے بعد تین دفعہ لَا حَوْلَ وَلَا

وَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یَا قَدِیْمُ یَا دَائِمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ
حَلِیْمُ یَا عَظِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا نُوْرُ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا بَاقِیُ ۔ یَا حَیُّ ۔ یَا قَیُّوْمُ ۔
یَا حَیُّ اِقْضِ حَاجَتِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ پڑھے ۔

اس کے بعد ۹۹ اسماء باری تعالیٰ کے پڑھے ۔

اس کے بعد ۹۹ نام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پڑھے ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ محمد ۔ احمد ۔ حامد ۔ محمود ۔
قاسم ۔ عاقب ۔ خاتم ۔ احید ۔ وحید ۔ قیمٌ ۔ جامع ۔ مقیف ۔
مقتف ۔ رسول الملاحم ۔ رسول الراحۃ ۔ کامل ۔ اکلیل حاشی
ی ۔ ماح ۔ داع ۔ سراجٌ منیر ۔ بشیر ۔ نذیر ۔ ھادی ۔ مھدی
رسول الرحمۃ ۔ نبی ۔ طٰہٰ ۔ یٰس ۔ مزمل ۔ مدثر ۔ صفی ۔ خلیل ۔
کریم ۔ حبیب ۔ مجید ۔ مصطفیٰ ۔ مرتضیٰ ۔ مختار ۔ ناصر ۔ قائم ۔
حافظ ۔ شاھد ۔ عادل ۔ حکیم ۔ نور ۔ حجۃٌ ۔ بیان ۔ برھان ۔
مومن ۔ مطیع ۔ مذکر ۔ واعظ ۔ واصل ۔ امین ۔ صادق ۔ ناطق ۔
صاحب ۔ مکی ۔ مدنی ۔ ابطحی ۔ عربی ۔ ھاشمی ۔ قریشی ۔ مُضَری
اُمیٌ ۔ عزیز ۔ حریص علیکم ۔ رؤف ۔ یتیم ۔ طبیب ۔ طاھر ۔ مطہرٌ
فصیح ۔ سید ۔ متقی ۔ امام ۔ بارٌ ۔ حق ۔ مبین ۔ اول ۔ آخر ۔
ظاہر ۔ باطن ۔ رحمت ۔ شفیع ۔ مُحَرِّم ۔ آمر ۔ ناہ ۔ حلیم ۔ شہید
قریب ۔ منیب ۔ ولی ۔ حی ۔ عبد اللہ ۔ محمد کرامت اللہ ۔ محمد
آیت اللہ ۔ وصلّ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

اس کے بعد تین دفعہ یہ درود پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صل علی محمد حتی لا یبقی من الصلوٰۃ شیئٌ وارحم علی محمد حتی لا یبقی من الرحمۃ شیئٌ وبارک علی محمد حتی لا یبقی من البرکات شیئً۔ اس کے بعد ایک دفعہ آیت الکرسی پڑھو۔ اس کے بعد تین دفعہ۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مالِکَ المُلْکِ تُؤتِی المُلکَ مَن تشاءُ وَتُذِلُّ مَن تشاءُ ط بیدِکَ الخَیْرُ ط انک علی کُلِّ شیئٍ قدیرہ پڑھو۔ پھر تین دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھو۔ پھر سات دفعہ یہ دعا پڑھو۔ رَبَّنَا لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہ ط واعفُ عنَّا واغفِرْ لَنا وَارْحَمْنا انتَ مَوْلٰنا فانْصُرْنا علی القَوْمِ الکافِرِیْن برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔ پھر یہ دعا تین دفعہ پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ اغفِرلی وَلِوالِدَیَّ ولجمیعِ المؤمنینَ والمؤمِناتِ وَالمُسلِمِینَ وَالمُسلِماتِ الاَحیاءِ وَالاَمواتِ بِرَحمتِکَ یا اَرحمَ الرّاحمینَ۔ پھر تین دفعہ یہ پڑھو۔ سُبحانَ الاَوَّلِ المُبدِئِ سُبحانَ البَاقِی المُعِیدِ۔ اللہ الصمد لم یلِدْ وَلم یُولَد ولم یکن لہ کفواً احد۔ پھر تین دفعہ۔ فَاِنَّ اللہ علی کُلِّ شیئٍ قدیر۔ وَاِنَّ اللہ قد احاطَ بِکُلِّ شیئٍ عددا۔ پڑھو۔ اس کے بعد تین دفعہ یہ استغفار پڑھو۔ اَتُوبُ تَوبَۃً عبدٍ ظالمٍ ذلیلٍ لا یملِکُ لِنفسِہٖ نَفعاً وَّلا ضَرًّا وَّلا مَوتاً وَّلا حیاۃً وَّلا نُشوراً ط

اس کے بعد یہ دعا مانگو۔ آسانی کے لئے اس کا اردو ترجمہ کردیا گیا ہے۔ اور اکثر مشائخ اور علما اس کی تائید کرتے ہیں۔ انشاءاللہ ہر معاملہ میں خدا مدد کرے گا۔ دعا یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی تو میرا رب ہے۔ محمد میرے نبی ہیں۔ میرا دین اسلام ہے۔ اور قرآن امام ہے۔ میرا اور جملہ مسلمانوں کا قبلہ کعبہ ہے۔ اور سب مومن میرے بھائی ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ جنت بھی سچ ہے دوزخ بھی۔ میزان بھی ہے موت بھی۔ موت کے بعد سوال بھی ہوں گے اور صراط سے گزرنا بھی ہو گا۔ یہ سب باتیں حق ہیں رسول اللہؐ کی شفاعت حق ہے۔ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کے کرامات حق ہیں۔ اور قیامت قریب ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ مجھے اور جملہ مسلمانوں اپنی اطاعت کا اہل بنا اور اپنی محبت عطا کر اور حق پر چلنے کی توفیق عطا کر۔ وانصرنا علی القوم الکفرین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

نماز اشراق

جب آفتاب بلند ہو جائے تو دو دو رکعت نفل کر کے دس رکعت نماز اشراق کی پڑھے ہر دفعہ پہلی رکعت میں سورہ اذا زلزلت الارض اور دوسری میں انا اعطینا پڑھے۔ پھر دس دفعہ درود پڑھے پھر چاشت کے وقت تک تلاوت قرآن کریم کرے۔

نماز چاشت

چاشت کی ١٢ رکعتیں دو دو نفل کر کے پڑھے۔ اور ہر رکعت

میں سورۂ والضحیٰ پڑھے۔ نماز کے بعد سو دفعہ کلمہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سو دفعہ پڑھے۔ اور سو دفعہ درود پڑھے۔

نماز ظہر

نماز ظہر باحضور قلب ادا کرے اور دس رکعت نفل پڑھے جس میں ہر رکعت میں الم ترکیف سے قل اعوذ برب الناس تک پڑھے۔

نماز عصر

نماز عصر کے بعد سو بار لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو اور جو ایک دفعہ سورۂ فتح۔ پانچ دفعہ سورہ ملک۔ ایک بار سورہ عم یتساءلون اور سورہ والنازعات پڑھے۔ خدا اُس کو قبر میں مرنے سے محفوظ رکھے گا۔

نماز مغرب

نماز مغرب کے بعد سجدہ کرے اور کہے یاحی یاقیوم مجھے ایمان پر ثابت رکھ اس کے بعد صلوٰۃ الاوابین پڑھے۔ یہ چھ رکعتیں ہیں دو دو رکعت نفل کی نیت کرے۔ پہلی رکعت میں اذا زلزلت دوسری میں الہٰکم التکاثر۔ تیسری میں سورہ واقعہ اور باقی تین

رکعتوں میں جو قرآن شریف سے یاد ہو وہ پڑھے۔

نمازِ عشا

نمازِ عشا کے بعد چار رکعت نفل پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین بار پڑھے۔ اور دوسری میں قل ہو اللہ احد۔ تیسری میں سورہ قل اعوذ برب الفلق اور چوتھی میں قل اعوذ برب الناس ایک ایک دفعہ پڑھے اور جو حاجت ہو خدا سے چاہے۔ انشاء اللہ بہت جلد حاجت روا ہوگی۔ پھر ذکر و دعا میں مشغول ہو اور تہجد کی نماز آنحضرت پر فرض تھی ہم پر واجب ہے۔ آٹھ رکعت نماز دو دو رکعت نماز تہجد واجب کی پڑھے اور جو کچھ قرآن کریم سے یاد ہو اُس میں سے بعد فاتحہ کے پڑھے۔ اس کے بعد کچھ سو رہے۔ پھر صبح کاذب کو اُٹھ کر وضو کرے ذکر و شغل میں مشغول ہو جائے لیکن جتنا ورد اختیار کرے اُسے ہمیشہ پورا کرتا رہے۔

دعائے مشکل کشا

مندرجہ بالا اوراد و وظائف اُن لوگوں کے لئے زیادہ مناسب ہیں جن کے پاس کافی وقت اور فرصت ہے۔ لیکن عام مسلمان

جنہیں اپنے اہل و عیال کی پرورش یا دیگر قومی و ملکی خدمات سے فرصت نہ ملتی ہو اس طرزِ زندگی پر پورے طور پہ کاربند نہیں ہو سکتے۔ اُن کے لئے اہلِ طریقت کی یہ تجویز ہے۔ کہ وہ اوامر و نواہی شرعیہ کا لحاظ رکھیں۔ اپنی روزی کے لئے اپنی عزت اور ایمان کو نہ بیچیں بلکہ ہر وہ روزی اور معاش جو ذلت اور بے ایمانی سے یا بے ایمانوں اور دشمنانِ دین کی امداد سے حاصل کی جائے وہ حرام ہے اس لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ کل حلال یعنی جائز طریقہ پر روزی حاصل کرے۔ اور ہمیشہ سچ بولے۔ ورنہ لاکھ روزہ نماز کرے اور دن رات تسبیح پڑھے۔ کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ الٹا اثر ہوگا ان شرائط کے ساتھ نماز کی پابندی کرنا چاہیئے۔ اور مندرجہ ذیل دعا نمازِ فجر یا نمازِ عشا کے بعد پڑھا کرے اور اگر ہر نماز کے بعد پڑھ سکے تو زیادہ بہتر ہے طریقہ یہ ہے کہ اول و آخر تین تین بار درود شریف پڑھا جائے اور ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی جائے۔ اور دعا کے بعد اپنے مقصد کو خلوصِ نیت سے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا جائے۔

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا رَحِیْمُ یَا رَحِیْمُ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فِیْ حِفْظِ مَا مَلَّکْتَنِیْ لِمَا اَنْتَ اَمْلَکُ بِہٖ مِنِّیْ وَامْدُدْنِیْ بِمَدَدِ قَابِلِیَّۃِ اِسْمِکَ الْمُحِیْطِ الَّذِیْ حَفِظْتَ بِہٖ نِظَامَ الْمَوْجُوْدَاتِ ط وَاکْسُنِیْ بِدَرْعٍ مِّنْ کِفَایَتِکَ وَقَلِّدْنِیْ بِسَیْفِ

نُصْرَتِكَ وَحِمَايَتِكَ، وَتُوَّجْنِي بِتَاجِ عِزِّكَ وَكَرَامَتِكَ وَرَدِّنِي بِرِدَاءٍ مِنْكَ وَارْكَبْنِي مَرْكَبَ النَّجَاةِ فِي الْمَحْيَا وَبَعْدَ الْمَمَاتِ بِحَقِّكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

زائرین کو ہدایات

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کے دربار میں حاضر ہونے والو! تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آستانہ مبارک پر خلوص و نیاز مندی کا ہدیہ پیش کرکے رب العلمین کی رحمت کے منتظر رہو۔ اور یہ دعا کرو کہ کارساز حقیقی تمہیں حضرت خواجہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ غریب نواز کی پوری زندگی خدمت خلق میں بسر ہوئی۔ آپ ہی کے فیض سے لاکھوں بندگان خدا کو راہ ہدایت نظر آئی۔ اور اب بھی دنیا والے کثیر تعداد میں ہر سال جمع ہوکر روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔ کوئی بیخود نظر آتا ہے۔ کوئی اس سے آگے فنا کے درجہ پر ہے لیکن بعض بعض عشق میں محبت میں سرشار بھی دکھائی دیتے ہیں۔ حسرت نے سچ کہا ہے۔ کہ ے

رہبر جو راہ محبت آخری منزل میں ہے بیخودی سے بڑھ کے آگے ہے فنا کا مرتبہ

صدر دروازے سے بازار کی طرف سے روضہ مبارک کا داخلہ ہوتا ہے۔ تین احاطوں کے بعد روضہ مبارک کا دروازہ ملتا ہے پہلے احاطہ میں اکبری مسجد سنگ سرخ کی ہے خوبصورت بنی ہوئی ہے

لیکن اکبر کی جملہ عمارتوں کی طرح اس میں بھی رونق نہیں ہے۔ معلوم نہیں کیوں؟ اسی میں نقار خانہ تعمیر کردہ شاہجہاں ہے۔ محراب پر کلمہ طیبہ اور دونوں طرف یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

بہ عہد شاہجہاں بادشاہ دیں پرور　　زدود ظلمت کفر آفتاب دیں یکسر

یہ نقار خانہ ۱۰۴۷ھ میں آج سے تین سو سال پہلے تعمیر ہوا تھا۔

دوسرے احاطہ میں صحن چراغ ہے۔ اسی احاطہ میں سلطان محمود خلجی کا بلند دروازہ ہے اسی دروازہ کے مغرب میں اکبر کی دیگ کلاں اور جہانگیر کی دیگ خورد رکھی ہے۔ اژدھات کے فتیلہ سوز کو صحن چراغ کہتے ہیں۔

تیسرے احاطہ میں آستانہ مبارک ہے۔ یہ احاطہ جنبیلی بھی کہلاتا ہے۔ اسی احاطہ میں مزار مبارک ہے۔ پہلے مرقد خام تھا۔ پھر سلطان غیاث الدین بلبن نے گنبد تعمیر کرایا۔ مغربی دیوار کی جالی پر یہ شعر ہے جس سے سنہ تاریخ ۹۳۹ھ معلوم ہوتا ہے ؎

از پئے تاریخ نقش گنبد خواجہ معین　　گفت ہاتف گو معظم قبہ عرش بریں

روضہ کے اندر بھی بہت سے اشعار سنہرے حروف میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور فنون لطیفہ کے اعتبار سے سیپ اور پتھر کا بے مثل کام بنا ہوا ہے۔

روضہ مبارک کے جنوب میں بی بی حافظ جمال صاحبہ کا مجرہ بنا ہوا ہے۔ اور مغربی سمت حور النساء بیگم کا مجرہ ہے۔ شمال د

جنوب میں سنگ مرمر کا احاطہ ہے۔ جس کے مشرقی دروازے کو پائنداز دروازہ اور مغربی دروازے کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں مشہور ہے کہ جو اس دروازے سے گزر جائے اُس پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جائے گی۔ روضہ کے مشرقی دروازے کے قریب جہاں آرا بیگم (دختر شاہجہاں بادشاہ) نے ۱۰۵۳ھ میں ایک دالان بنوایا تھا جو بیگمی دالان کے نام سے مشہور ہے۔ اسکے سامنے قوالی ہوتی ہے۔ روضہ شریف کے سامنے والا جاہی دالان ہے جسے نواب محمد علی بہادر والا جاہ والئے کرناٹک نے ۱۲۰۰ھ میں بنوایا تھا علاوہ ان کے تین دالان اور ہیں جو مجلس خانہ کے نام سے موسوم ہیں اور جہاں زمانہ عرس میں قوالی ہوتی ہے۔

مسجدیں بہت سی ہیں۔ لیکن ڈھائی دن کی مسجد بہت قدیم ہے یہ بماہ ذی الحجہ ۵۹۵ھ سلطان شہاب الدین غوری کے حکم سے تعمیر ہوئی ہے۔ اور شمس الدین التمش نے ۶۱۴ھ میں اس کو از سر نو تعمیر کرایا۔ خلجی اور اکبری مسجدوں کے علاوہ سب سے خوبصورت اور بارونق صاحبقراں وقت شاہجہاں غازی کی مسجد ہے جو شاہجہاں کی جملہ عمارتوں کی طرح پر شوکت ہے اور فنی اعتبار سے بھی نہایت لطیف ہے۔

علاوہ مساجد کے یہاں مشائخ کرام کے بہت سے چلے ہیں۔ اور مزارات بھی ہیں۔ حضرت سید حسین خنگ سوار شہید کا مزار

تاراگڈھ پر ہے آپ ۵۵۸ھ میں شہید ہوئے ہیں۔ اہل ہنود نے ان بزرگوں سے جو فیض حاصل کیا اس کی شہادت میں کمانجی راؤ سندھیا نے ۱۲۲۷ھ میں مزار کے مغرب میں سنگ مرمر کے سات دالان بنوائے تھے۔ تاراگڈھ رائے پتھورا کا قلعہ تھا۔ پہلی دفعہ اسے قاسم بن محمد نے ۵۵۸ھ میں فتح کیا۔ اب خراب حالت میں ہے۔

آناساگر تالاب بھی قابل دید ہے۔ برسات میں میلوں تک بڑھ جاتا ہے۔ لشکر کا تالاب شہر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جہاں اکبر کے محل۔ عالمگیر کی مسجد اور خزانچی کا مندر قابل دید ہیں۔ جھالرہ ایک گہرا تالاب ہے جو شاہجہاں نے درگاہ کے متصل بنوایا تھا۔ اسی پر حضرت مولانا شاہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی کا مزار ہے۔ آپ حضرت شاہ محب اللہ رہ الہ آبادی کے خاندان سے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کے اولیائے کرام سے ہیں۔ آپ کی سیرت علحدہ شائع کی جائے گی۔ لیکن یہاں اتنا بتا دینا ضروری ہے۔ کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا عالت سماع میں اس شعر پر وصال ہوا تھا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را   ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

اسی طرح حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے عین حالت سماع میں مندرجہ ذیل شعر سنتے سنتے ۱۳۲۲ھ میں وصال فرمایا۔

گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا   خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

گو حضرت مولانا نے اس حالت میں وصال فرمایا بظاہر زندگی کے
کوئی آثار موجود نہیں۔ لیکن ابتک سیکڑوں دیکھنے والے زندہ
ہیں جو کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ آپ کو سکتہ ہوگیا
ہے۔ ڈاکٹر نے نشتر سے رگ کا منہ کھول دیا۔ گھنٹوں خون جاری
رہا۔ لیکن بہ ظاہر بے جان معلوم ہوتے رہے اور اسی حالت
میں سپرد خاک کئے گئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شہدائے راہ عشق
کبھی نہیں مرتے۔ بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ رومی فرماتے ہیں ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

آپ کے صاحبزادہ اور جانشین حضرت مولانا شاہ ولایت حسین
صاحب مدظلہ الہ آباد میں موجود ہیں اور مرجع خاص و عام ہیں
اور آپ کے پوتے مولانا محمد میاں فاروقی اور مولانا احمد میاں
فاروقی مصر و ہندوستان میں تکمیل علوم کرنے کے بعد نہایت کامیابی
اور ایثار کے ساتھ علوم دینیہ کی ترویج و تدریس میں مشغول ہیں۔

و اخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

اعلان ادارہ نوامیس الہیہ ۔ الہ آباد

ارباب علم کی ایک جماعت نے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی ہے جو معارف الہیہ کو ذیل کے طریقوں سے شائع کر رہا ہے ۔ اصحاب ذوق سے قوی اُمید ہے کہ مندرجہ ذیل مقاصد کے حصول کیلئے اپنی ہر ممکن اعانت سے دریغ نہ فرمائینگے ۔

مقاصد ادارہ

۱ ۔ مذاہب عالم کی صداقتوں کو اسلامی نقطۂ نظر سے پیش کرنا ۔ خصوصیت سے معارف قرآن کو علوم جدیدہ کی روشنی میں شایع کرنا ۔

۲ ۔ رسائل و خطوط کے ذریعے سے معلومات دینی و روحانی کو متلاشیان حق کے لئے فراہم کرنا ۔

۳ ۔ مندرجہ بالا مقاصد کے لئے ایک کتابخانہ قائم کرنا جس میں ادبیات اسلام کا مکمل ترین ذخیرہ ہو تاکہ نشر علوم میں مدد ملے ۔

ادارۂ نوامیس الہیہ
دائرہ بہادر گنج ۔ الہ آباد

محمد الفاروقی ۔ فاضل مصر
محمد اجمل خان ۔ ایم ۔ اے
} سکریٹریان

مطبوعاتِ ادارہ

۱ ۔ غرائب دلو ادرج ۔ ہر مسلمان اس خزانۂ معلومات سے مستفیض ہو سکتا ہے جسے ۱۹۳۵ء میں جناب محمد اجمل خانصاحب نے اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر شایع کیا ہے ۔ قیمت فی جلد ــــ عہ

۲ ۔ بھگوت گیتا یا نغمۂ خداوندی ۔ ہندؤں کے فلسفہ اور تصوف کی بے مثل کتاب ہے جو اصحاب تصوف سے دلچسپی رکھتے ہیں اُن کے لئے یہ کتاب گنجینۂ معرفت ہے ۔ اس میں ہندو مسلم تصوف کا تقابل بھی کیا گیا ہے ۔ قیمت فی جلد ــــ ھہ

۳ ۔ سوانح حضرت مخدوم صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ الحاج محمد اجمل خاں ۔ قیمت فی جلد ــــ ۴ر

۴ ۔ سیاسیات ۔ نظریہ سیاست پر اُردو میں سب سے پہلی اور نہایت جامع کتاب ۳۲۸ صفحات ۔ صرف چند جلدیں باقی ہیں ۔ قیمت فی جلد ــــ عہ

قطب الاقطاب فی الدوران

حضرت قطب المقربین

حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری
سلطان الہند غریب نواز رح

کے سوانح حیات

ادارۂ نوامیس الٰہیہ۔ دائرہ بہادر گنج

الہ آباد

سے طلب فرمائیے

قیمت فی جلد بارہ آنہ

مطبوعہ سلیمی برقی پریس متصل ٹیلہ ٹکر صاحب یحییٰ پور الہ آباد